بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم   وعلی عبدہ المسیح الموعود

خلافت نمبر

جلد ۲۲ ـــ شمارہ ۲۱

بدلِ اشتراک
سالانہ ـــــ ۱۰ روپے
ششماہی ـــــ ۵ روپے
ممالکِ غیر ـــــ ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

ایڈیٹر:۔ محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر:۔ جاوید اقبال اختر

REGD. NO. P. 67   THE WEEKLY BADR QADIAN   PHONE NO. 35

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ   ۲۴ ہجرت ۱۳۵۲ ہش   ۲۴ مئی ۱۹۷۳ء

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

شبیہ مبارک حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ   شبیہ مبارک حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ   شبیہ مبارک حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر، قادیان
مورخہ ۲۴ ہجرت ۱۳۵۲ ہش

تا خلافت کی بِنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قرآنِ کریم نے بڑے ہی پُر شوکت الفاظ میں خلافت کو اجتماعیت، تمکنت اور سطوتِ اسلام کا ایک عظیم الشان ستون قرار دیا ہے۔ اور اس امر کو اپنے وعدہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے کہ اگر اہلِ اسلام غیر متزلزل ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ اس حبل اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں گے تو اُن کے ہر قسم کے خوف کو امن اور طمانیت سے یوں تبدیل کر دیا جائے گا کہ گویا عدوانِ اسلام کا خوف خود اُن سے خائف ہو جائے گا۔ یہ وعدہ کسی دنیاوی حکومت کی طرف سے نہیں تھا جو اپنے سیاسی مصالح کے تحت ہزار بار اپنے وعدوں سے منحرف ہو جایا کرتی ہے۔ اور حالات کا رُخ پلٹتے ہی اُن کے وعدے اُن کی سیاسی خود غرضیوں کی نذر ہو جایا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ وعدہ اس آسمانی آقا کی طرف سے تھا جو اپنے وعدوں میں پکا ہے۔ اور ساری دنیا کے حالات کو اپنے وعدہ کے تابع کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

چنانچہ اسلام کے صدر اول میں جب تک واعتصموا بحبل الله جمیعًا پر دل و جان سے عمل کرتے ہوئے اہلِ اسلام نے اپنی گردنوں کو اطاعتِ خداوندی کے لئے پوری طرح جُھکاتے ہوئے دامنِ خلافت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا تو تاریخِ اسلام کے سُنہری اوراق میں یہ حقیقت واقعی ہم مرقوم پاتے ہیں کہ اپنی قلّتِ تعداد کے باوجود اہلِ اسلام نے اپنی اجتماعیت کی قوت سے خلفائے راشدین کی پُر عظمت قیادت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور مٹھی بھر بے سر و سامان مسلمانوں نے صنادیدِ عرب و عجم کے مُنہ پھیر دیئے۔

لیکن بد قسمتی سے خلفائے اربعہ کا بے مثال سنہری دَور گزرنے کے ساتھ ہی ملوکیت در آئی۔ اور طالع آزماؤں نے صالحیت کے راستہ سے انحراف کر کے خلافتِ اسلامیہ کی آسمانی نعمتِ عظمیٰ کا دامن چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رسّی کو اُوپر کھینچ لیا۔ جو اُن کی اجتماعیت اور قوت و شوکت کی ضامن تھی۔ اور یوں تسبیح کے سارے دانے منتشر ہو گئے۔ پھر صدیوں پر صدیاں گزرتی چلی گئیں تا آنکہ تشتّت و افتراق نے اسلامیانِ عالم کی ساری ہوا خارج کر دی۔ اور وہ تَذْهَبَ رِيحُكُمْ کے انذار سے بھی کوئی سبق حاصل نہ کر سکے۔

چودھویں صدی ہجری میں جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق بدرِ کامل طلوع ہوا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھ کر اور آستانۂ الوہیت پر اپنے سرِ نیاز کو جھکا کر اس نے فریاد کی کہ ؎

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا!
اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

تو آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آیا۔ اور حبل اللہ پھر آسمان کے دروازوں سے لٹکایا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا کردہ جماعت نے اُسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور جب آپ اپنا مشن نہایت کامیابی کے ساتھ پورا کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کی تیاری فرما رہے تھے تو آپ نے ایک طرف اپنی جماعت کو اپنے قربِ وفات کی اطلاع دی اور دوسری طرف یہ بشارت دی کہ قدرتِ ثانیہ کے رنگ میں خلافتِ اسلامیہ کی نعمتِ عظمیٰ تمہارے سپرد کی جائے گی۔ چنانچہ جماعت نے آپ کے وصال کے بعد آپ کی وصیت پر پوری طرح عمل پیرا ہوتے ہوئے حبل اللہ کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور ترقیات کے دروازے کھل گئے اور جماعت خلافت کی قیادت میں بڑی تیزی کے ساتھ ملکوں ملکوں پھیلنے لگی۔

جماعتِ احمدیہ کے نفوذ کا یہی زمانہ تھا جب علامہ اقبال نے بڑے ہی حسرتناک لہجے میں کہا تھا کہ ؎

تا خلافت کی بِنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار!
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے عین مطابق، لانے والے اسلاف کا قلب و جگر ڈھونڈ کر لا چکے تھے۔ اور خلافت کی بِنا محض خدا تعالیٰ کے فضل سے دُنیا میں اُستوار ہو چکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے وہ افضال و انعامات جو ایمان اور اعمالِ صالحہ سے مشروط ہیں نازل ہونے شروع ہو چکے تھے۔ اور اب بھی جاری ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گے۔

آج سے ٹھیک پینسٹھ سال قبل جماعتِ احمدیہ میں خلافت کے بابرکت نظام کا اجراء ہوا۔ اور ان پینسٹھ سالوں میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کو ہزار رنگ اُترتے دیکھا۔ نظامِ خلافت کے قیام سے آج تک کا ہر دن گواہ ہے کہ مخالفتوں اور عداوتوں کے بے شمار طوفان اپنے تھپیڑوں کی بے پناہ شدت کے ساتھ جماعتِ احمدیہ کی تباہی و بربادی کے عزائم کے ساتھ لپکے۔ لیکن خلافت کی مضبوط چٹان کے ساتھ سر ٹکرا کر نابود ہو گئے۔ جماعت ایک کنجشکِ بے مایہ کی حیثیت سے اُٹھ کر بڑے بڑے شاہینوں سے ٹکرا گئی۔ اور حدود و اسداد کو پھاندتی ہوئی آفاق و اشفاق تک جا پہنچی۔ اور چشمِ بینا سے محروم لوگ یہی کہتے رہ گئے کہ ع

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حالانکہ اسلاف کا قلب و جگر تو صرف انہی کے مقسوم میں تھا جو اسلاف کے سپوت تھے اور اسلاف ہی کے نقوشِ قدم پر چلنے والے تھے۔ انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے خلافت کی بنا استوار کی اور نظامِ خلافت کے ساتھ وابستہ تمام نعمتوں سے ان کو نوازا۔ وہ خلیفۂ وقت کے اشارۂ ابرو پر اُٹھے اور خلیفۂ وقت کی جنبشِ مژگاں پر بیٹھ گئے۔ فرزانگی کو دل و دماغ سے جھٹک کر دیوانوں کی طرح اپنے امام کی ایک ہی آواز پر اپنی جیبوں کو اُلٹ دینے والے اور لاکھوں لاکھ روپے چشم زدن میں اپنے پیارے امام کے قدموں میں اشاعتِ اسلام و قرآن کے لئے ڈھیر کر دینے والے علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہو چکے ہیں کہ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر اس مقام تک پہنچا جا سکتا ہے جو عظمتِ اسلام اور تمکنتِ دین کا مقام ہے۔

۱۹۱۴ء تک خلافت کے دامن سے وابستہ رہنے والے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے بد قسمتی سے مغربی تعلیمات کے زیرِ اثر اور ذاتی اقتدار کی ہوس کے تحت انا خیر منه کا نعرہ لگایا۔ اور اپنے آپ کو خلافت کی نعمت سے محروم کر لیا۔ انہوں نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے تھے اور خلافتِ حقّہ کے خلاف بہت کچھ زبان درازی بھی کی تھی۔ لیکن ۵۹ سالہ تجربہ نے بتا دیا کہ ان کا قدم راستی سے بھٹک گیا تھا۔ اور آج جب کہ وہ اپنے ہی گھر میں منتشر و متفرق ہیں اور خلافتِ احمدیہ کی حامی جماعت ہر نئے دن ایک نئی ترقی کی بشارت سُن رہی ہے۔ وہ لوگ زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں لیکن یقیناً ان کے دلوں سے یہ آواز اُٹھ رہی ہو گی کہ ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

وہ ہمارے غلطی خوردہ بھائی ہیں۔ اور ہم دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس طویل تجربہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ پھر سے دامنِ خلافت سے وابستہ ہو کر برکاتِ خلافت سے بہرہ ور ہوں۔

اللّٰھم اٰمین

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۲۲ ہجرت (مئی) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اطلاع مظہر ہے کہ "حضور کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔" احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازئ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

★ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا کی صحت کے متعلق مورخہ ۱۲ ہجرت کی اطلاع ہے کہ کمزوری بہت ہے احباب محترمہ سیدہ ممدوحہ کی صحت و سلامتی کے لئے بھی دُعائیں جاری رکھیں۔

★ بیگم صاحبہ سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم کے متعلق اطلاع ہے کہ معدہ پر صدمہ کا بہت اثر ہے جس کی وجہ سے کھانے اور چائے کے بعد فوراً الٹی ہو جاتی ہے یا تھوڑی دیر کے بعد اُلٹی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے صحت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ احباب موصوفہ کی کامل شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔

★ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

قادیان ۲۲ ہجرت۔ ہفتہ زیرِ اشاعت میں محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ بیگم نواب اعزاز رسول صاحب مرحوم آف سندیلہ لکھنؤ سے ۱۶ مئی کو قادیان تشریف لا کر ۲۰ کو واپس تشریف لے گئیں۔ محترم میاں نواب عبد الرحیم صاحب ۱۷ مئی کو مالیر کوٹلہ سے تشریف لائے اور تا حال یہاں ہی مقیم ہیں۔ مکرم محمود مستن صاحب آف ماریشس ۱۸ مئی کو کلکتہ سے بذریعہ ہوائی جہاز آئے اور مورخہ ۱۹ مئی کو واپس کلکتہ روانہ ہو گئے۔

○

"مَیں خُدا کی ایک مجسّم قدرت ہُوں اور میرے بعد بعض اور وجُود ہونگے جو دُوسری قدرت کا مظہر ہونگے"

"سو تم خُدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو!"

خلافتِ احمدیہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی واضح پیشگوئی

"یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سُنّت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسُولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ [1] اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسُولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پُوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اسکی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اسکی پوری تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دُوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دُوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پُورا کیا جو فرمایا تھا وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُن کے پیر جما دیں گے ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزلِ مقصود تک پہنچاویں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں اُن کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جُدائی سے چالیس دِن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک اُن میں سے مُرتد بھی ہو گیا۔

سو اَے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اِس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دُوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دُوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دُوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دِن آوے تا بعد اس کے وہ دِن آوے جو دائمی وعدہ کا دِن ہے۔ وہ ہمارا خُدا وعدوں کا سچّا اور وفادار اور صادق خُدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دِن دُنیا کے آخری دِن ہیں۔ اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دُنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پُوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہُوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دُعا میں لگے رہیں۔ تا دُوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔ اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خُدا ہے۔"

(الوصیّۃ صفحہ ۶ تا ۸)

---

[1] (ترجمہ) خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے نبی غالب رہیں گے۔ منہ

خلافتِ راشدہ کے سات امتیازات

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قلم سے

"اسلام میں خلافتِ راشدہ کے مجموعی امتیازات سات ہیں :-

اوّل۔ انتخاب :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا۔ یہاں امانت کا لفظ ہے لیکن ذکر چونکہ حکومت کا ہے اس لئے امانت سے مراد امانتِ حکومت ہے۔ آگے طریقِ انتخاب مسلمانوں پر چھوڑ دیا۔ چونکہ خلافت اس وقت سیاسی تھی مگر اس کے ساتھ مذہبی بھی اس لئے دین کے قائم ہونے تک اُس وقت کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انتخاب صحابہ کریں کہ وہ دین اور دیندار کو بہتر سمجھتے تھے ورنہ ہر زمانہ کیلئے طریقِ انتخاب الگ ہو سکتا ہے۔ اگر خلافت صحابہؓ کے بعد چلتی تو اس پر بھی غور ہو جاتا کہ صحابہؓ کے بعد انتخاب کس طرح ہؤا کرے۔ بہرحال خلافت انتخابی ہے۔ اور انتخاب کے طریق کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے۔

دوم۔ شریعت :- خلیفہ پر اُوپر سے شریعت کا دباؤ ہے۔ وہ مشورہ کو ردّ کر سکتا ہے مگر شریعت کو ردّ نہیں کر سکتا۔ گویا وہ کانسٹی ٹیوشنل ہیڈ ہے، آزاد نہیں۔

سوم۔ شوریٰ :- اُوپر کے دباؤ کے علاوہ نیچے کا دباؤ بھی اس پر ہے یعنی اُسے تمام اہم اُمور میں مشورہ لینا اور جہاں تک ہو سکے اسکے ماتحت چلنا ضروری ہے۔

چہارم۔ اندرونی دباؤ یعنی اخلاقی :- علاوہ شریعت اور شوریٰ کے اس پر نگران اسکا وجود بھی ہے کیونکہ وہ مذہبی رہنما بھی ہے اور نمازوں کا امام بھی۔ اس وجہ سے اس کا دماغی اور شعوری دباؤ اور نگرانی بھی اُسے راہِ راست پر چلانے والا ہے جو خالص سیاسی، منتخب یا غیر منتخب حاکم پر نہیں ہوتا۔

پنجم۔ مساوات :- خلیفہ اسلامی انسانی حقوق میں مساوی ہے جو دُنیا میں کسی اَور حاکم کو حاصل نہیں۔ وہ اپنے حقوق عدالت کے ذریعہ سے لے سکتا ہے۔ اور اس سے بھی حقوق عدالت کے ذریعہ سے لئے جا سکتے ہیں۔

ششم۔ عصمتِ صغریٰ :- عصمتِ صغریٰ اسے حاصل ہے یعنی اسے مذہبی نشین کا پُرزہ قرار دیا گیا ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اُسے بچایا جائیگا جو تباہ کُن ہوں اور خاص خطرات میں اسکی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کریگا۔ اور اُسے دشمنوں پر فتح دیگا۔ گویا وہ مؤیّد من اللہ ہے اور دُوسرا کسی قسم کا حاکم اِس میں اس کا شریک نہیں۔

ہفتم۔ وہ سیاسیات سے بالا ہوتا ہے اِس لئے اس کا کسی پارٹی سے تعلّق نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے کسی پارٹی میں شامل ہونا یا اس کی طرف مائل ہونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ یعنی جب ایسے شخص کا انتخاب ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ کامل انصاف سے فیصلہ کرے۔ کسی ایک طرف خواہ شخصی ہو یا قومی ہو نہ جھکے۔"

(بشکریہ "الفرقان" ربوہ۔ مئی ۱۹۶۷ء)

مسئلہ خلافت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ایک نہایت ایمان افروز اور روح پرور تقریر

جو فیضانِ الٰہی تمہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا اُسے خلافت کے ذریعہ ہمیشہ قائم رکھو

جن حالات کی بناء پر پہلے مسلمانوں نے خلافت کو کھویا اُن سے عبرت حاصل کرو اور ہمیشہ ان سے بچنے کی کوشش کرو!!

افراد مر سکتے ہیں لیکن قومیں اگر چاہیں تو خلافت کے قیام و استحکام کے ذریعہ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں

فرمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

بیس سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک رؤیا دیکھا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ۳۳ سال بعد ہی مسلمان خلافت سے کیوں محروم ہو گئے۔ اس عظیم الشان انکشاف پر حضور رضؓ نے مناسب سمجھا کہ نوجوانانِ جماعت احمدیہ کو توجہ دلائیں کہ انہیں ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ آئندہ وہ حالات کبھی پیدا نہ ہوں جن کی بناء پر مسلمان خلافتِ روحانی سے محروم ہو گئے تھے۔ چنانچہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں حضور رضؓ نے اس کے متعلق ایک نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی۔ یہ تقریر ابھی تک شائع نہیں ہوئی تھی۔ احباب جماعت سے استدعا ہے کہ وہ اس تقریر کو پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔ اور خلافتِ احمدیہ کے قیام و استحکام کے لئے ہمیشہ اس جماعتی عہد کو یاد رکھیں جو حضور رضؓ اُن سے بارہا لیتے رہے ہیں۔

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور رضؓ نے فرمایا:-

انسان دنیا میں پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہوا جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ لیکن

قومیں اگر چاہیں تو وہ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں

یہی امید دلانے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:-

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶-۱۷)

اس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ چونکہ ہر انسان کے لئے موت مقدر ہے اس لئے میں بھی تم سے ایک دن جُدا ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر تم چاہو تو تم ابد تک زندہ رہ سکتے ہو۔ انسان اگر چاہے بھی تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن قومیں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ اور اگر وہ زندہ نہ رہنا چاہیں تو مر جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا کہ

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں۔ اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

اس جگہ ہمیشہ کے یہی معنے ہیں کہ جب تک تم چاہو گے تم زندہ رہ سکو گے۔ لیکن اگر تم ملک بھی چاہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ رہتے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہاں اگر تم یہ چاہو کہ قدرتِ ثانیہ تم میں زندہ رہے تو وہ زندہ رہ سکتی ہے۔

قدرتِ ثانیہ کے دو مظاہر

ہیں۔ اوّل۔ تائیدِ الٰہی اور دوم خلافت۔ اگر قوم چاہے اور اپنے آپ کو مستحق بنائے تو تائیدِ الٰہی بھی اس کے شاملِ حال رہ سکتی ہے۔ اور خلافت بھی اس میں زندہ رہ سکتی ہے۔ خرابیاں ہمیشہ ذہنیت کے خراب ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ذہنیت درست رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں تبدیلی نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنے دلوں میں خرابی پیدا نہ کر لے۔ یہ چیز ایسی ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی جاہل سے جاہل انسان بھی ایسا نہیں ہو گا جسے میں یہ بات بتاؤں اور وہ کہے کہ میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ یا اگر ایک دفعہ سمجھانے پر نہ سمجھ سکے تو دوبارہ سمجھانے پر بھی وہ کہے کہ میں نہیں سمجھا۔ لیکن اتنی سادہ سی بات بھی قومیں فراموش کر دیتی ہیں۔ انسان کا مرنا تو ضروری ہے۔ اگر وہ مر جائے تو اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ لیکن قوم کے لئے مرنا ضروری نہیں۔ قومیں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ لیکن وہ

اپنی ہلاکت کے سامان

خود پیدا کر لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہ کو ایک ایسی تعلیم دی تھی جس پر اگر ان کی آئندہ نسلیں عمل کرتیں تو ہمیشہ زندہ رہتیں۔ لیکن قوم نے عمل چھوڑ دیا۔ اور وہ مر گئی۔ دنیا یہ سوال کرتی ہے اور میرے سامنے بھی یہ سوال کئی دفعہ آیا ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی تھی جس میں ہر قسم کی سوشل تکالیف اور مشکلات کا علاج تھا اور پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا۔ پھر وہ تعلیم کہاں گئی۔ اور ۳۳ سال ہی میں وہ کیوں ختم ہو گئی؟ عیسائیوں کے پاس

مسلمانوں سے کم درجہ کی خلافت

تھی۔ لیکن اُن میں اب تک پوپ چلا آرہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائیوں میں پوپ کے باغی بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت ایسی ہے جو پوپ کو مانتی ہے۔ اور انہوں نے اس نظام سے فائدے بھی اُٹھائے ہیں لیکن مسلمانوں میں ۳۳ سال تک خلافت رہی۔ اور پھر ختم ہو گئی۔ اسلام کا سوشل نظام ۳۳ سال تک قائم رہا۔ اور پھر ختم ہو گیا۔ نہ جمہوریت باقی رہی نہ غرباء پروری رہی نہ لوگوں کی تعلیم اور غذا اور لباس اور مکان کی ضروریات کا کوئی احساس رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے

کہ یہ ساری باتیں کیوں ختم ہو گئیں۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ذہنیت خراب ہو گئی تھی۔ اگر ان کی ذہنیت درست رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ نعمت ان کے ہاتھ سے چلی جاتی۔ پس تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہی اس لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا۔ اگر تم چاہتے تو یہ چیز ہمیشہ تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے یہ کہا کہ اگر تم لوگ خلافت کو قائم رکھنا چاہو گے تو میں بھی اسے قائم رکھوں گا۔ گویا اس نے تمہارے منہ سے کہلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ اب اگر تم اپنا منہ بند کر لو یا خلافت کے انتخاب میں اہلیت مدِنظر نہ رکھو۔ مثلاً تم ایسے شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لو جو خلافت کے قابل نہیں تو تم یقیناً اس نعمت کو کھو بیٹھو گے۔ مجھے اس طرف زیادہ تحریک اس وجہ سے ہوئی کہ آج رات دو بجے کے قریب

میں نے ایک رؤیا میں دیکھا

کہ پنسل سے لکھے ہوئے کچھ نوٹ ہیں جو کسی مصنف یا مورخ کے ہیں۔ اور انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں۔ پنسل بھی COPYING یا BLUE رنگ کی ہے۔ نوٹ صاف طور پر نہیں پڑھے جاتے۔ اور جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نوٹوں میں یہ بحث کی گئی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان اتنی جلدی کیوں خراب ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان احسانات ان پر تھے، اعلیٰ تمدن اور بہترین اقتصادی تعلیم انہیں دی گئی تھی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا پھر بھی وہ گر گئے اور اُن کی حالت خراب ہو گئی۔ یہ نوٹ انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن

عجیب بات یہ ہے

گو یہ تحریر انگریزی میں لکھی ہوئی تھی وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو نہیں لکھی ہوئی تھی بلکہ دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھی ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی میں اسے پڑھ رہا تھا۔ گو وہ خراب تو لکھی ہوئی تھی۔ اور الفاظ صحیح نہیں تھے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ پڑھ لیتا تھا۔ اس میں سے ایک فقرہ کے الفاظ قریباً یہ تھے کہ There were two reasons for it. There temperment becoming (1) Morbid and (2) Anarchical یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں پر کیوں تباہی آئی۔ اس فقرہ کے یہ معنے ہیں کہ وہ خرابی جو مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی طبائع میں

دو قسم کی خرابیاں

پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ مار بڈ (Morbid) ہو گئے تھے یعنی اَن نیچرل (Unnatural) اور ناخوشگوار ہو گئے تھے۔ اور دوسرے اُن کی ٹنڈنسیز (Tendancies) انارکیکل (Anarchical) ہو گئی تھیں۔ میں نے سوچا کہ واقعہ میں یہ دونوں باتیں صحیح ہیں مسلمانوں نے یہ تباہی خود اپنے ہاتھوں مول لی تھی۔ مار بڈ (Morbid) کے لحاظ سے یہ تباہی اس لئے واقع ہوئی کہ جو ترقیات انہیں ملیں وہ اسلام کی خاطر ملی تھیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملی تھیں۔ ان کی ذاتی کمائی نہیں تھی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ والوں کی ایسی حالت تھی کہ لوگوں میں انہیں کوئی عزت حاصل نہیں تھی۔ لوگ صرف مجاور سمجھ کر ادب کیا کرتے تھے۔ اور جب وہ غیر قوموں میں جاتے تھے تو وہ بھی ان کی مجاور یا زیادہ سے زیادہ تاجر سمجھ کر عزت کرتی تھیں۔ وہ انہیں کوئی حکومت قرار نہیں دیتی تھیں۔ اور پھر ان کی حیثیت اتنی کمزور سمجھی جاتی تھی کہ دوسری حکومتیں ان سے جبراً ٹیکس وصول کرنا جائز سمجھتی تھیں۔ جیسے یمن کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا۔ جس کا قرآن کریم نے اصحاب الفیل کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو تیرہ سال تک آپؐ مکہ میں رہے۔ اس عرصہ میں چند سو آدمی آپؐ پر ایمان لائے۔ ۱۳ سال کے بعد آپ نے ہجرت کی۔ اور

ہجرت کے آٹھویں سال سارا عرب

ایک نظام کے ماتحت آگیا۔ اور اس کے بعد اُسے ایک ایسی طاقت اور قوت حاصل ہوگئی کہ اس سے بڑی بڑی حکومتیں ڈرنے لگیں۔ اس وقت دُنیا حکومت کے لحاظ سے دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔ اوّل۔ رومی سلطنت۔ دوسرے ایرانی سلطنت۔ رومی سلطنت کے ماتحت مشرقی یوروپ۔ ٹرکی۔ ایشیا سینیا۔ یونان مصر شام اور اناطولیہ تھا۔ اور ایرانی سلطنت کے ماتحت عراق۔ ایران۔ رشین ٹرکی ٹوری کے بہت سے علاقے، افغانستان ہندوستان کے بعض علاقے اور چین کے بعض علاقے تھے۔ اس وقت یہی دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ان کے سامنے عرب کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ لیکن ہجرت کے آٹھویں سال بعد سارا عرب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوگیا۔ اس کے بعد جب سرحدوں پر عیسائی قبائل نے شرارت کی تو پہلے آپؐ خود وہاں تشریف لے گئے اس کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے فتنہ ٹل گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد قبائل نے پھر شرارت شروع کی تو آپؐ نے ان کی سرکوبی کے لئے لشکر بھجوایا۔ اس لشکر نے بہت سے قبائل کو سرزنش کی۔ اور بہتوں کو معاہدہ سے تابع کیا۔ پھر آپؐ کی وفات کے بعد اڑھائی سال کے عرصہ میں

سارا عرب اسلامی حکومت کے ماتحت آگیا

بلکہ یہ حکومت عرب سے نکل کر دوسرے علاقوں میں بھی پھیلنی شروع ہوئی۔ فتح مکہ کے پانچ سال کے بعد ایرانی حکومت پر حملہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعض علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا گیا تھا۔ اور چند سالوں میں رومی سلطنت اور دوسری سب حکومتیں تباہ ہو گئی تھیں۔ اتنی بڑی فتح اور اتنے عظیم الشان تغیر کی مثال تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔ تاریخ میں صرف نپولین کی ایک مثال ملتی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی جو تعداد اور قوت میں اس سے زیادہ ہو۔ جرمن کا ملک تھا مگر وہ اس وقت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ اس طرح اس کی تمام طاقت منتشر تھی۔ ایک مشہور امریکن پریذیڈنٹ سے کسی نے پوچھا کہ جرمن کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ تو اس نے کہا ایک شیر ہے۔ دو تین لومڑ ہیں اور کچھ چوہے ہیں۔ شیر سے مراد رشیا تھا۔ لومڑ سے مراد دوسری حکومتیں اور چوہوں سے مراد جرمن تھے گویا جرمن اس وقت ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ روس ایک بڑی طاقت تھی۔ مگر وہ روس کے ساتھ ٹکرایا اور وہاں سے ناکام لوٹا۔ اس طرح انگلستان کو بھی فتح نہ کر سکا۔ اور انجام اس کا یہ ہوا کہ وہ قید ہوگیا۔ پھر دوسرا بڑا شخص ہٹلر آیا۔ بلکہ دو بڑے آدمی دو ملکوں میں ہوئے۔ ہٹلر اور مسولینی دونوں نے بے شک ترقیات حاصل کیں۔ لیکن دونوں کا انجام شکست ہوا۔ مسلمانوں میں سے جس نے یکدم بڑی حکومت حاصل کی وہ تیمور تھا۔ اس کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ بے شک دنیا کے کناروں تک گیا لیکن وہ اپنے اس مقصد کو کہ ساری دُنیا فتح کر لے پورا نہ کر سکا۔ مثلاً وہ چین کو تابع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن تابع نہ کر سکا۔ اور جب وہ مرنے لگا تو اس نے کہا۔ میرے سامنے انسانوں کی ہڈیوں کے ڈھیر ہیں جو مجھے ملامت کر رہے ہیں۔ پس صرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آدم سے لے کر اب تک ایسے گزرے ہیں جنہوں نے فردِ واحد سے ترقی کی۔ تھوڑے سے عرصہ میں ہی سارے عرب کو تابع فرمان کر لیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک خلیفہ نے ایک بہت بڑی حکومت کو توڑ دیا۔ اور باقی علاقے آپ کے دوسرے خلیفہ نے فتح کر لئے۔

یہ تغیر جو واقع ہوا

خدائی تھا۔ کسی انسان کا کام نہیں تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مکہ میں پہنچی تو ایک مجلس میں حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی بیٹھے تھے۔ جب پیغامبر نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو سب لوگوں پر غم کی کیفیت طاری ہوگئی اور سب نے یہی سمجھا کہ اب ملکی حالات کے ماتحت اسلام پراگندہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے کہا اب کیا ہوگا۔ پیغامبر نے کہا آپ کی وفات کے بعد حکومت قائم ہو گئی ہے۔ اور ایک شخص کو خلیفہ بنا لیا گیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کون خلیفہ مقرر ہوا ہے؟ پیغامبر نے کہا ابوبکرؓ۔ ابو قحافہ نے حیران ہو کر پوچھا کون ابوبکرؓ؟ کیونکہ وہ اپنے خاندان کی حیثیت کو سمجھتے تھے اور اس حیثیت کے لحاظ سے وہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اُن کے بیٹے کو سارا عرب بادشاہ تسلیم کرے گا۔ پیغامبر نے کہا، ابوبکرؓ جو فلاں قبیلہ سے ہے۔ ابو قحافہ نے کہا وہ کس خاندان سے ہے؟ پیغامبر نے کہا فلاں خاندان سے۔ اس پر ابو قحافہ نے دوبارہ دریافت کیا، وہ کس کا بیٹا ہے؟ پیغامبر نے کہا، ابو قحافہ کا بیٹا۔ اس پر ابو قحافہ نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور کہا، آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے۔ ابو قحافہ پہلے صرف نام کے طور پر مسلمان تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے سچے دل سے سمجھ لیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں راستباز تھے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی خاندانی حیثیت ایسی نہ تھی کہ سارے عرب آپ کو مان لیتے یہ الٰہی دین تھی مگر بعد میں

مسلمانوں کی ذہنیت ایسی بگڑی

کہ انہوں نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ یہ فتوحات ہم نے اپنی طاقت سے حاصل کی ہیں۔ کسی نے کہنا شروع کیا کہ عرب کی اصل طاقت بنو امیہ ہیں۔ اس لئے خلافت کا حق ان کا ہے۔ کسی نے کہا، بنو ہاشم عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، بنو مطلب عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، خلافت کے زیادہ حقدار انصار ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ گویا تھوڑے ہی سالوں میں مسلمان مار بڈ (Morbid) ہو گئے اور ان کے دماغ بگڑ گئے۔ ان میں سے ہر قبیلہ نے یہ کوشش کی کہ وہ خلافت کو بزور حاصل کر لے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت ختم ہو گئی۔

پھر مسلمانوں کے بگڑنے کا دوسرا سبب انارکی تھی۔ اسلام نے سب میں مساوات کی رُوح قائم کی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے یہ نہ سمجھا کہ مساوات پیدا کرنے کے معنے یہ ہیں کہ ایک آرگنائزیشن ہو۔ اس کے بغیر مساوات قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام آیا ہی اس لئے تھا کہ وہ ایک آرگنائزیشن اور ڈسپلن قائم کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ یہ ڈسپلن ظالمانہ نہ ہو۔ اور افراد اپنے نفسوں کو دبا کر رکھیں تاکہ قوم جیتے لیکن چند ہی سال میں مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ ہم نے ہارے ہیں اور اگر حکام نے ان کے راستے میں کوئی روک ڈالی تو انہوں نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

یہ وہ رُوح تھی

جس نے مسلمانوں کو خراب کیا۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ یہ حکومت الٰہیہ ہے اور اسے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس لئے اسے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سُورہ نور میں فرماتا ہے کہ خلیفے ہم بنائیں گے۔ لیکن مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ خلیفے ہم نے بنائے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ سمجھا کہ خلیفے ہم نے بنائے ہیں تو خدا تعالیٰ نے کہا۔ اچھا اگر خلیفے تم نے بنائے ہیں تو اب تم ہی بناؤ۔ چنانچہ ایک وقت تک تو وہ پہلوں کا مارا ہوا شکار یعنی حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مارا ہوا شکار کھاتے رہے۔ لیکن مرا ہوا شکار ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ زندہ بکرا زندہ بکری زندہ مرغا اور زندہ مُرغیاں تو ہمیں ہمیشہ گوشت اور انڈے کھلائیں گے لیکن ذبح کی ہوئی بکری یا مرغی زیادہ دیر تک نہیں جا سکتی۔ کچھ وقت کے بعد وہ خراب ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ کے زمانہ میں مسلمان تازہ گوشت کھاتے تھے۔ لیکن بے وقوفی سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ چیز ہماری ہے اس طرح انہوں نے اپنی

زندگی کی رُوح

کو ختم کر دیا۔ اور مرغیاں اور بکریاں مردہ ہو گئیں آخر تم ایک ذبح کی ہوئی بکری کو کتنے دن کھا لوگے۔ ایک بکری میں دس بارہ سیر یا پچیس تیس سیر گوشت ہوگا۔ اور آخر وہ ختم ہو جائے گا۔ پس وہ بکریاں مُردہ ہو گئیں۔ اور مسلمانوں نے کھا کر انہیں ختم کر دیا۔ پھر وہی حال ہوا کہ "بہت پرانے کھونسڑے پہننے ہو رہی آئے" وہ ہر جگہ ذلیل ہونے شروع ہوئے۔ انہیں ماریں پڑیں اور خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا۔

عیسائیوں نے تو اپنی مُردہ خلافت کو آج تک سنبھالا ہُوا ہے۔ لیکن ان بدبختوں نے زندہ خلافت کو اپنے ہاتھوں گاڑ دیا اور یہ محض عارضی خواہشات دنیوی ترقیات کی تمنّا اور وقتی جوشوں کا نتیجہ تھا۔ خدا تعالےٰ نے جو وعدے پہلے مسلمانوں سے کئے تھے وہ وعدے اب بھی ہیں۔ اس نے جب وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فرمایا۔ تو الّذین اٰمنوا و عملوا الصلحت فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عمرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عثمانؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ سے نہیں فرمایا۔ پھر اس کا کہیں ذکر نہیں کہ خدا تعالےٰ نے یہ وعدہ صرف پہلے مسلمانوں سے کیا تھا یا پہلی صدی کے مسلمانوں سے کیا تھا۔ یا دوسری صدی کے مسلمانوں سے کیا تھا۔ بلکہ یہ وعدہ سارے مسلمانوں سے ہے۔ چاہے وہ آج سے پہلے ہوئے ہوں یا ۲۰۰ یا ۴۰۰ سال کے بعد آئیں۔ وہ جب بھی اٰمنوا وعملوا الصلحت کے مصداق ہو جائیں گے وہ اپنی نفسانی خواہشات کو مار دیں گے وہ اسلام کی ترقی کو اپنا اصل مقصد بنائیں گے۔ شخصیات۔ جماعتوں۔ پارٹیوں۔ جتھوں شہروں اور ملکوں کو بھول جائیں گے، تو ان کے لئے

خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ

قائم رہے گا کہ لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم۔ یہ وعدہ اللہ تعالےٰ نے تمام لوگوں سے چاہے وہ عرب کے ہوں یا عراق کے ہوں۔ شام کے ہوں۔ مصر کے ہوں۔ یورپ کے ہوں۔ ایشیا کے ہوں امریکہ کے ہوں۔ جزائر کے ہوں۔ افریقہ کے ہوں کیا ہے۔ کہ لیستخلفنھم فی الارض وہ انہیں اس دنیا میں اپنا نائب اور قائمقام مقرر کرے گا۔ اب اس دنیا میں شام۔ عرب اور نائیجیریا۔ کینیا۔ ہندوستان۔ چین اور انڈونیشیا ہی شامل نہیں بلکہ اور ممالک بھی ہیں۔ پس اس سے مراد دنیا کے سب ممالک ہیں۔ گویا وہ موعود خلافت ساری دنیا کے لئے ہے۔ فرماتا ہے وہ تمہیں ساری دنیا میں خلیفہ مقرر کرے گا۔ کما استخلف الّذین من قبلھم، اسی طرح جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس آیت میں پہلے لوگوں کی مشابہت ارض میں نہیں بلکہ استخلاف میں ہے۔ گویا فرمایا ہم انہیں اسی طرح خلیفہ مقرر کریں گے جس طرح ہم نے پہلوں کو خلیفہ مقرر کیا اور پھر اس قسم کے خلیفہ مقرر کریں گے جن کا اثر تمام دنیا پر ہوگا۔ پس

اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو یاد رکھو

اور خلافت کے استحکام اور قیام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہو۔ تم نوجوان ہو۔ تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں۔ تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں۔ تاکہ تم اس کشتی کو ڈوبنے اور غرق نہ ہونے دو۔ تم وہ چٹان نہ بنو جو دریا کے رُخ کو پھیر دیتی ہے۔ بلکہ تمہارا یہ کام ہے کہ تم وہ چینل (Channel) بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گذارتی ہے۔ تم ایک ٹنل ہو جس کا یہ کام ہے کہ وہ فیضانِ الٰہی جو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہُوا ہے تم اسے آگے چلاتے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی۔ اور اگر تم اس فیضانِ الٰہی کے رستہ میں روک بن گئے۔ اس کے رستے میں پتھر بن کر کھڑے ہو گئے اور تم نے اپنی ذاتی خواہشات کے ماتحت اسے اپنے دوستوں۔ رشتہ داروں اور قریبیوں کے لئے مخصوص کرنا چاہا تو یاد رکھو وہ تمہاری قوم کی تباہی کا وقت ہوگا۔ پھر تمہاری عمر کبھی لمبی نہیں ہوگی۔ اور تم اس طرح مر جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں مریں۔ لیکن قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ

قوم کی ترقی کا رستہ

بند نہیں۔ انسان بے شک دُنیا میں ہمیشہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن قومیں زندہ رہ سکتی ہیں۔ پس جو آگے بڑھے گا وہ انعام لے جائے گا۔ اور جو آگے نہیں بڑھتا وہ اپنی موت آپ مرتا ہے۔ اور جو شخص خودکشی کرتا ہے اُسے کوئی دوسرا بچا نہیں سکتا۔

مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفرؔ

نظامِ خلافت

ہے عہدِ خُدا اہتمامِ خلافت
ہے بعد از نبوّت مقامِ خلافت
علاجِ پریشانیٔ بزمِ ہستی
اگر ہے تو وہ ہے نظامِ خلافت

مقامِ خلافت

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی نظر میں

"آدم اور داؤد کا خلیفہ ہونا مَیں نے پہلے بیان کیا۔ اور پھر اپنی سرکار کے خلیفہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما، اسی طرح خدا تعالےٰ نے مجھے مرزا صاحبؑ کے بعد خلیفہ کیا...... پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے تو پھر اور کی کیا طاقت ہے کہ اُس کے کام میں روک ڈالے ...... خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ مَیں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خُدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خُدا نے خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے...... میری دُعائیں عرش میں بھی سُنی جاتی ہیں۔ میرا مولا میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے تم ایسی باتوں کو چھوڑ دو اور توبہ کر لو...... کبھی کبھی مجھے ان حالتوں کو دیکھکر بد دُعا کا جوش آتا ہے۔ مگر رحم سے کام لیتا ہوں۔ توبہ کر لو ہماری زندگی میں چھوڑ دو تھوڑے سے صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا........ جو حضرت صاحبؑ کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحبؑ نے گفتگو نہیں کی اُن پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں، جب تک ہمارے دربار سے تم کو اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دُنیا میں نہیں آتا اُن پر رائے زنی نہ کرو۔" (بدر ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۴، ۵)

"اللہ تعالےٰ کی مشیّت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا کہ مجھے تمہارا امام و خلیفہ بنا دیا۔ اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے اُن کو بھی میرے سامنے جُھکا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے نتیجہ سے بھی آگاہ رہو.... اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔" (بدر ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

اسلام میں خلافت کا نظام

(رقم فرمودہ سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رضی اللہ عنہ)

خلافت کا مضمون موٹے طور پر مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم شدہ ہے۔

(۱) خلافت کی تعریف (۲) خلافت کی ضرورت (۳) خلافت کا قیام (۴) خلافت کی علامات (۵) خلافت کے اختیارات (۶) خلافت سے عزل کا سوال اور (۷) خلافت کا زمانہ۔ میں ان سب کے متعلق مختصر فقرات میں جواب دینے کی کوشش کروں گا۔ واللہ الموفق والمستعان۔

خلافت کی تعریف

سب سے اوّل نمبر پر خلافت کی تعریف کا سوال ہے۔ یعنی یہ کہ خلافت سے مراد کیا ہے۔ اور نظام خلافت کس چیز کا نام ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ خلافت ایک عربی لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی کسی کے پیچھے آنے یا کسی کا قائم مقام بننے یا کسی کا نائب ہو کر اس کی نیابت کے فرائض سر انجام دینے کے ہیں۔ اور اصطلاحی طور پر **خلیفہ** کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **اوّل** وہ ربانی مصلح جو خدا کی طرف سے دنیا میں کسی اصلاحی کام کے لئے مامور ہو کر مبعوث کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں تمام انبیاء اور رسول **خلیفۃ اللہ** کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت میں کام کرتے ہیں اور اسی معنوں میں قرآن شریف نے حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ کو خلیفہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ **دوسرے** وہ برگزیدہ شخص جو کسی نبی یا رُوحانی مصلح کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے اس کا قائم مقام اور اس کی جماعت کا امام بنتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے۔

خلافت کی ضرورت

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کی عمر محدود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو تخم نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے اسے خدا تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ اس حد تک تکمیل کو پہنچانے کا انتظام فرماتا ہے کہ وہ ابتدائی خطرات سے محفوظ ہو کر ایک مضبوط پودے کی صورت اختیار کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت کا نظام دراصل نبوت کے نظام کی **فرع** اور اس کا تتمہ ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم **حدیث** میں فرماتے ہیں کہ ہر نبوت کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوتا ہے۔

خلافت کا قیام

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع اور اس کا تتمہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کو نبوت کی طرح اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ تاکہ خدا کے علم میں جو شخص بھی حاضر الوقت لوگوں میں سے اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے سب سے زیادہ موزون ہو وہی مسندِ خلافت پر متمکن ہو سکے۔ البتہ چونکہ نبی کی بعثت کے بعد مومنوں کی ایک جماعت وجود میں آچکی ہوتی ہے اور وہ نبوت کے فیض سے تربیت یافتہ بھی ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ خلافت کے انتخاب میں مومنوں کو بھی حصہ دار بنا دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس کی اطاعت بجالانے اور اس کے ساتھ تعاون کرنے میں زیادہ شرح صدر محسوس کریں۔ اس طرح خلیفہ کا انتخاب ایک عجیب و غریب مخلوط قسم کا رنگ رکھتا ہے کہ بظاہر مومن انتخاب کرتے ہیں مگر حقیقۃً خدا کی تقدیر پوری ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر تصرف فرما کر ان کی رائے کو اہل شخص کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں ہر جگہ خلفاء کے تقرر کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ خلیفہ میں بناتا ہوں۔ اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق حدیث میں فرماتے ہیں کہ میرے بعد خدا اور مومنوں کی جماعت ابوبکرؓ کے سوا کسی اور شخص کی خلافت پر راضی نہیں ہوں گے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی رسالہ "الوصیت" میں یہی نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے خود حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کر کے مسلمانوں کی گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی مثال پر خود اپنے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو خدا کی دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ ان حوالوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ گو بظاہر خلافت کے تقرر میں مومنوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ لیکن حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی ہے۔

خلافت کی علامات

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت کی علامات کیا ہیں جس سے ایک سچے خلیفہ کو شناخت کیا جا سکے؟ سو جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ برحق کی دو بڑی علامتیں ہیں۔ **ایک علامت** وہ ہے جو سورۃ نور کی آیت استخلاف میں بیان کی گئی ہے یعنی

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا۔

یعنی "سچے خلفاء کے ذریعہ خدا تعالیٰ دین کی مضبوطی کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اور مومنوں کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے۔ یہ خلفاء صرف میری ہی عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے" پس جس طرح ہر درخت اپنے ظاہری پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح سچا خلیفہ اپنے اس روحانی پھل سے پہچانا جاتا ہے جو اس کی خلافت کے ساتھ ازل سے مقدر ہوتا ہے۔ **دوسری علامت** حدیث میں بیان کی گئی ہے جو یہ ہے کہ استثنائی حالات کو چھوڑ کر ہر خلیفہ کا انتخاب مومنوں کی اتفاقِ رائے یا کثرتِ رائے سے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ گو حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی ہے مگر خدا نے اپنی حکیمانہ تدبیر کے ماتحت خلفاء کے تقرر میں بظاہر مومنوں کی رائے کا بھی دخل رکھا ہوا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

یدفع اللہ ویأبی المؤمنون

یعنی نہ تو خدائی تقدیر ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کو خلیفہ بننے دے گی اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت پر راضی ہوگی۔ پس ہر خلیفۂ برحق کی یہ دوسری علامت ہے کہ (۱) وہ مومنوں کے انتخاب سے قائم ہو اور (۲) خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی نصرت اور تائید میں کھڑا ہو جائے اور اس کے ذریعہ دین کو تمکنت پہنچے۔ اس کے سوا بعض اور علامتیں بھی ہیں۔ مگر اس جگہ اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

خلافت کی برکات

جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے جس نے نیّر **آفتاب نبوت** کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ **ماہتاب نبوت** کے طلوع کا انتظام فرماتا ہے۔ اور الٰہی جماعت کو اس دھکے کے اثرات سے بچا لیتا ہے۔ جو نبی کی وفات کے بعد نوزائیدہ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتا ہے۔ نبی کا کام جیسا کہ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے تبلیغ ہدایت کے ساتھ ساتھ مومنوں کی جماعت کی دینی تعلیم ان کی رُوحانی و اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفۂ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک مضبوط لڑی میں پروئے رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور اخلاص کے تعلقات کا روحانی مرکز ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یک جہتی اور باہمی تعاون کا زرین سبق سیکھتے ہیں اور خلیفہ کا وجود اس درس وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے۔ اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

یعنی جو شخص جماعت سے کٹتا اور اس کے اندر تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ اپنے لئے آگ کا رستہ کھولتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ

یعنی اے مسلمانو! تم پر تمام دینی امور میں میری سنت پر عمل کرنا اور میرے بعد میرے خلفاء کے زمانہ میں اُن کی سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہوگا کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں گے۔ بس خلافت کا نظام ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جس کی ہر نوزائیدہ جماعت کو بھاری ضرورت ہوتی ہے۔ نبوت کا نور جماعت کے سر پر جلوہ افروز رہتا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

خلافت کے اختیارات

اگلا سوال خلافت کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے۔ سو اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے بنیادی نکتہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خلافت ایک روحانی نظام ہے۔ جس میں حکومت کا حق اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ اور چونکہ خلافت کا نظام

نبوت کے نظام کی فرع ہے۔ اور دوسری طرف شریعت ہمیشہ کے لئے مکمل ہو چکی ہے اس لئے جس طرح شریعت کے حدود کے اندر اندر نبوت کے اختیارات وسیع ہیں اسی طرح شریعت وسنتِ نبوت کی حدود کے اندر اندر خلافت کے اختیارات بھی وسیع ہیں۔ یعنی ایک خلیفہ اسلامی شریعت کی حدود کے اندر اندر اور اپنے نبیٔ متبوع کی سنّت کے تابع رہتے ہوئے الٰہی جماعت کے نظم ونسق میں وسیع اختیارات رکھتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جمہوریت زدہ نوجوان اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ ایک واحد شخص کے اختیارات کو اتنی وسعت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہیئے کہ **اوّل** تو خلافت کسی جمہوری اور دنیوی نظام کا حصّہ نہیں بلکہ رُوحانی اور دینی نظام کا حصّہ ہے جس کا حق خُدا تعالیٰ کے ازلی حق کا حصّہ بن کر اُوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ اور خدا کا سایہ خلفاء کے سر پر رہتا ہے۔ **دُوسرے** جب ایک خلیفہ کے لئے شریعت کی آہنی حدود معیّن ہیں اور نبیٔ متبوع کی سنّت کی چار دیواری بھی موجود ہے تو ان ٹھوس قیود کے ماتحت اس کے اختیارات کی وسعت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ نبی کے بعد خلیفہ کا وجود یقیناً ایک نعمت اور رحمت ہے اور رحمت کی وسعت بہرحال برکت کا موجب ہوتی ہے نہ کہ اعتراض کا۔ بایں ہمہ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ چونکہ خلیفہ کے انتخاب میں بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے تمام اہم اُمور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرنا چاہیئے۔ بے شک وہ اس بات کا پابند نہیں کہ لوگوں کے مشورہ کو ہر صورت میں قبول کرے لیکن وہ مشورہ حاصل کرنے کا ضرور پابند ہے۔ تاکہ اس طرح ایک طرف تو جماعت میں ملی اور دینی سیاست کی تربیت کا کام جاری رہے اور دوسری طرف عام کاموں میں مشورہ قبول کرنے سے جماعت میں زیادہ بشاشت کی کیفیت پیدا ہو۔ لیکن خاص حالات میں وَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کا مقام بھی قائم رہے۔ یہ ایک بہت لطیف فلسفہ ہے۔ ولکن قلیلاً ما یتفکرون۔

خلافت سے عزل کا سوال

جن لوگوں نے خلافت کے مقام کو نہیں سمجھا۔ وہ بعض اوقات اپنی نادانی سے خلیفہ کے عزل کے سوال میں اُلجھنے لگتے ہیں۔ وہ دُنیا کے جمہوری نظاموں کی طرح خلافت کو بھی ایک دنیوی نظام خیال کر کے حسبِ ضرورت خلیفہ کے عزل کا رستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک انتہا درجہ کی جہالت کا خیال ہے۔ جو خلافت کے حقیقی مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے۔ خلافت ایک رُوحانی نظام ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے خاص تصرف کے ماتحت نبوت کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر قائم کیا جاتا ہے اور گو اس میں مصلحتِ الٰہی سے بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ مگر حقیقۃً وہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت قائم ہوتا ہے۔ اور پھر وہ ایک اعلیٰ درجہ کا الٰہی انعام بھی ہے۔ پس اس کے متعلق کسی صورت میں عزل کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ

”خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ مگر منافق لوگ اُسے اُتارنا چاہیں گے لیکن تم اُسے ہرگز نہ اُتارنا“

اِس مختصر ارشاد میں خلافت کے بابرکت قیام اور عزل کی ناپاک تحریک کا سارا فلسفہ آجاتا ہے۔ پھر نادان لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر باوجود اس کے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس کے عزل کا سوال اُٹھ سکتا ہے تو پھر نعوذ باللہ ایک نبی کے عزل کا سوال کیوں نہیں اُٹھ سکتا؟ پس حق یہی ہے کہ خلفاء کے عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے۔ اور انبیاء کی طرح ان کے مزعومہ عزل کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا انہیں موت کے ذریعہ دنیا سے اٹھا لے۔ خوب یاد رکھو کہ خلافت کے عزل کا سوال خلافت کے قیام کی فرع ہے نہ کہ ایک مستقل سوال۔ پس اگر یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس نے بار بار اعلان فرمایا ہے اور جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں صراحت فرمائی ہے۔ تو عزل کا سوال کسی سچے مومن کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلام تو اس ضبط ونظم کا مذہب ہے کہ اس نے دنیوی حکمرانوں کے متعلق بھی جو محض لوگوں کی رائے سے یا ورثہ کی صورت میں قائم ہوتے ہیں یہ تعلیم دی ہے کہ ان کے خلاف سر اٹھانے اور اُن کے عزل کی کوشش کرنے کے درپے نہ ہو۔ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا۔ (سوائے اس کے کہ تم ان کے رویّہ میں خدائی قانون کی صریح بغاوت پاؤ) تو کیا وہ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء اور نبی کے مقدس جانشینوں کے متعلق عزل کی اجازت دے سکتا ہے؟

هيهات هيهات بما توءمرون!

خلافت کا زمانہ

بالآخر اس بحث میں خلافت کے زمانہ کا سوال پیدا ہوتا ہے سو ظاہر ہے کہ جب خلافت خدا کا ایک انعام ہے اور وہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے آتی ہے تو لازماً اس کے قیام کی دو ہی شرطیں سمجھی جائیں گی۔ **اوّل** یہ کہ خدائے حکیم وعلیم کے علم میں مومنوں کی جماعت میں اس کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہوں — اور **دوسرے** یہ کہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے اس کی ضرورت باقی ہو۔ اور چونکہ یہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ کے مخصوص علم سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے کسی دَور میں خلافت کے زمانہ کا علم بھی صرف خدا کو ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نبوت کے متعلق فرماتا ہے

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔

یعنی ”اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کے سپرد کرے گا“۔ اور چونکہ خلافت کا نظام بھی نبوت کے نظام کی فرع ہے اس لئے اس کے لئے بھی یہی قانون نافذ سمجھا جائے گا جو اس لطیف آیت میں نبوت کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اب چونکہ حَيْثُ کا لفظ جو اس آیت میں رکھا گیا ہے، عربی زبان میں **ظرفِ مکان** اور **ظرفِ زمان** دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت کے مکمل معنی یہ بنیں گے کہ اللہ تعالےٰ ہی اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ نبوت اور اس کی اتباع میں خلافت پر کسی شخص کو فائز کرے۔ اور پھر کس عرصہ تک کے لئے اس انعام کو جاری رکھے؟ پس جب تک کسی الٰہی جماعت میں خلافت کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود رہیں گے۔ اور پھر جب تک خدا کے علم میں کسی الٰہی جماعت کے لئے نبوت کے کام کی تکمیل اور اس کی تخم ریزی کے نشوونما کی ضرورت باقی رہے گی۔ خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اگر کسی وقت ظاہری اور تنظیمی خلافت کا دَور دبے گا تو اس کے مقابل پر اسلام کی خدمت کے لئے رُوحانی خلافت کا دَور اُبھر آئے گا۔ اور اس طرح انشاء اللہ اسلام کے باغ پر کبھی دائمی خزاں کا غلبہ نہیں ہوگا۔

وذٰلك تقدير العزيز الحكيم ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العزیز العظیم۔

خاکسار

راقم

مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

۲۷-۴-۵۲

بقائے عزّتِ انساں خلافت کی بقا پر ہے

منظومہ: محترم جناب چودھری عبد السلام صاحب اختر ایم۔ اے

نہ حُسنِ مدّعا پر ہے نہ شانِ ارتقا پر ہے
بقائے عزّتِ انساں خلافت کی بقا پر ہے

خلافت کشتیٔ مِلّت کی اُمیدوں کا یارا ہے
جو سچ پوچھو تو یہ مِلّت کا اِک واحد سہارا ہے

نہ جب تک کارواں میں ہو امامِ کارواں کوئی
نہیں ہوتا کسی کا اس جہاں میں پاسباں کوئی

کلی جب شاخِ گُل پر ہو تو کِھل کر پھُول ہوتی ہے
ہو جڑ سے ربط قائم تو دُعا مقبُول ہوتی ہے

پراگندہ اگر ہو آتشِ ایماں کی چنگاری
”نہ تیری ضرب ہے کاری۔ نہ میری ضرب ہے کاری“

نہ ہو گر ربطِ باہم۔ انجمن اس کو نہیں کہتے
کہیں گُل ہو۔ کہیں لالہ۔ چمن اس کو نہیں کہتے

خلافت کیا ہے خُود نُورِ خدا کا جلوہ گر ہونا
بشر کا بزمِ موجودات میں خیر البشر ہونا

◎

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل

نبوّت اور خلافت کی حقیقت

خدائی بادشاہت کی دو تجلیاں اور روحانی گاڑی کے دو پہیے

نبی کی بعثت اور طوفانِ مخالفت

جب دنیا ظلمت کدہ بن جاتی ہے اور انسانی قلوب تیرہ و تار یک ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دنیا کو بقعۂ نور بنانے اور انسانوں کے دلوں کو منور کرنے کے لئے آفتابِ حقیقت یعنی اپنے کسی برگزیدہ نبی اور رسول کو مبعوث فرماتا ہے۔ نبی کی آمد سے انسانی ہجوم میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور عام لوگ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدعیانِ علم اپنے علوم کے باعث مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور دنیوی وجاہت اور خاندانی عظمت کے پرستار اپنے غرور کے باعث نبی کے وجود کے درپے آزار ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ایک زبردست طوفان برپا ہو جاتا ہے اور ایک معرکۂ حق و باطل قائم ہوتا ہے

اوّلیں مومنوں کا مانندِ چٹان ایمان

آسمانی انوار کی شعاعیں مستعد قلوب تک پہنچتی ہیں۔ اور یہاں اور وہاں ایسے روحانی انسان کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنا سب کچھ خدا کے فرستادہ کے مشن کے لئے قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اوّلیں صحابہ ایک خاص قربانی، ایک غیر معمولی مجاہدہ اور ایک بے مثال بصیرت کے جذبہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ وہ یقین و وثوق سے لبریز دلوں کے ساتھ نبی کی طرف بڑھتے ہیں اور اس کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے آسمانی نوروں کو اترتا دیکھتے ہیں۔ بلکہ خود مہبطِ انوار بن جاتے ہیں۔ اس لئے وہ یقین کی ایک چٹان ہوتے ہیں جہاں پر مخالفت کی سب لہریں پاش پاش ہو جاتی ہیں اور شکوک و شبہات دھوئیں کی طرح اڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی کایا پلٹ دیتا ہے اور انہیں اپنے افضال و برکات سے غیر معمولی طور پر نوازتا ہے۔ کیونکہ وہ لئے آئندہ آنے والے نظر روحانی کی ابتدائی بنیاد ہوتے ہیں اور انہیں کشتِ روحانی کی اوّلیں بیری ہونے کا شرف اور فخر ہوتا ہے وہ اطفال اللہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے کلام کے شیریں دودھ اور آبِ حیات سے نبی اپنی آغوشِ رحمت میں پرورش کرتا ہے۔

نبی کا انتخاب اور انسانی نظریہ

نبی پہلے دن تنہا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت پر اسے اتنا یقین ہوتا ہے کہ وہ اکیلا ساری دنیا سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جبکہ وہ اپنے سامنے کی دنیا کے عقائد کے خلاف، اس کے رسوم و رواج کے خلاف اس کے تمدن اور اس کی سیاست کے خلاف نئے عقائد، نئے سنن و طریق، نیا تمدن اور نیا طرزِ زندگی پیش کرتا ہے۔ نبی کا انتخاب کسی انسان کی مرضی یا اس کی رائے سے نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ خود نبی کی اپنی رضامندی یا مرضی کا بھی اس میں دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ انتخاب خالص خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے لوگ ہزار کہتے رہیں کہ یہ شخص تو نبی بننے کا اہل نہیں تھا اس میں تو فلاں فلاں خامی پائی جاتی ہے اس کا ملک اور اس کی بستی تو اس قابل نہ تھی کہ اس علاقے اور اس گاؤں سے کوئی فرستادہ پیدا ہو۔ غرض لوگ ہزار نکتہ چینی کریں اور اس نبی کو ہزار بار نااہل قرار دیتے رہیں ان کی سب باتیں پرِ کاہ کے برابر بھی وزن نہیں رکھتیں اور ان کی نکتہ چینیاں صداقت کے پھیلنے میں روک نہیں بن سکتیں

شمعِ حق کے پروانے

یہ انتخاب سراسر خدائی انتخاب ہوتا ہے اس لئے مشیتِ ایزدی اپنا کام کرتی رہتی ہے اور سچے طالبانِ حق ایک ایک دو دو کر کے اور پھر جماعتوں کی صورت میں شمعِ حق کے گرد پروانہ وار جمع ہوتے جاتے ہیں اور زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ وہ مامورِ ربانی جو ابھی چند ماہ یا چند سال قبل یکہ و تنہا اس مشن کو لے کر کھڑا ہوا تھا وہ ایثار پیشہ اور جاں فروشوں کی ایک بڑی جماعت کے درمیان کھڑا دکھائی دیتا ہے جو اس کی آواز پر لبیک کہتے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنی انتہائی سعادت یقین کرتے ہیں اور اس کے پسینہ کی جگہ خون بہانا فخر جانتے ہیں۔ مقدس برگزیدہ رسول ان سے ایسا پیار کرتا ہے کہ جیسا کسی ماں نے اپنے بچے سے نہ کیا ہوگا۔ اور وہ اپنے رسول پر اپنی جانوں کو اس طرح نچھاور کرتے ہیں جس پر آسمان کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کرتے ہیں غرض نبی کی آمد پر چشمِ فلک وہ نظارہ دیکھتی ہے جو صدیوں اس نے نہ دیکھا تھا۔

نبی کی وفات کا سانحۂ ہوش رُبا

نبی کے تربیت یافتہ صحابہ کی جماعت اپنے عاشقانہ ولولہ اور والہانہ انداز کے ماتحت یہ تصوّر بھی نہیں کر سکتی کہ خدا کا نبی ایک دن وفات پا جائے گا۔ اور انہیں داغِ مفارقت دے جائے گا۔ لیکن نبی آخر انسان ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غیر متبدل قانون کے ماتحت آخر ایک دن اسے موت کا وہ گھونٹ پینا پڑتا ہے جو تمام آدم زادوں کے لئے ابتدا سے مقدر ہے۔ اس سانحۂ ہوش رُبا کے وقوع پذیر ہونے پر ایک زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مومنوں کی جماعت کو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ بالکل بے سہارا رہ گئے ہیں اور ان پر یتیمی کی حالت طاری ہو گئی ہے۔ ایسے موقع پر کچھ کمزور طبائع ڈگمگا جاتی ہیں اور ان سے کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور دشمن بھی سر نکال لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب یہ گلشنِ روحانیت تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس باغ کے باغبان کی وفات کے بعد کون اس کے پودوں کی غور و پرداخت کرے گا۔ یہ اب جلد ہی مرجھا کر خشک ہو جائیں گے۔ دشمن بھی اس خام خیالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ نبی کی جماعت کو سنبھال لیتا ہے اور قدرتِ ثانیہ کے ذریعہ سے پریشان دلوں کو تقویت اور تمکنت عطا فرماتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اس جماعت میں سلسلۂ خلافت جاری فرماتا ہے۔

خلافت کی حقیقت

خلافت نیابت اور قائمقامی کو کہتے ہیں اور خلافت میں ایک اقتدار پایا جاتا ہے نبی اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب بظاہر اس کے ساتھ روئے زمین پر ایک فرد بھی نہیں ہوتا مگر خلیفہ اس وقت برپا ہوتا ہے جب اس کے ساتھ نبی کی قائم کردہ جماعت اور اس کے تیار کردہ پاکبازوں کا ایک منظم گروہ ہوتا ہے۔ اس لئے خلافت کے ساتھ روزِ اوّل سے ہی مددگار حزب اللہ ہوتا ہے۔ باوجود اس اقتدار کے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے خلافت کا کمال نیابت میں ہی ہے اس نیابت کے فرائض کی ادائیگی کے لئے اقتدار بطور آلہ کے ہوتا ہے اصل مقصود نہیں ہوتا۔ اصل مقصود خلافت سے ان روحانی انوار اور آسمانی کرنوں کو برپا اور وسیع تر بنانا ہوتا ہے جو نبی کے وجودِ باجود کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر سلسلۂ خلافت نہ ہوتا تو نبی کی موت دین اور اس کے مشن کی موت ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کرتا۔ ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے نبی صرف جسمانی طور پر وفات پاتا یا اس جہان سے انتقال کرتا ہے۔ روحانی طور پر اس کی برکات جاری و ساری رہتی ہیں اور اس کے مشن کی نمائندگی کرنے والے خلفاء ہوتے ہیں۔ یوں تو نبی کی جماعت کا ہر فرد اپنے اپنے رنگ میں ان انوار کا حامل ہوتا ہے جو نبی کے ذریعہ سے دنیا پر ظاہر ہوئے تھے۔ لیکن جب نبی کی وفات کے وقت مومنوں کے گداز دل اکٹھے ہو کر امرِ الٰہی کے ماتحت جماعت کے نظام کو قائم رکھنے اور نبی کے دین کے نفاذ اور اس کی پوری قائمقامی کے لئے اپنے میں سے سب سے زیادہ پارسا اور متقی وجود کو منتخب کرتے ہیں تو اس انتخاب کو آسمانی تائید حاصل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر خود القا فرماتا ہے۔ اور وہ ایسے وجود کو منتخب کرتے ہیں جو اپنے وقت میں نبی کی سب سے بڑھ کر نیابت کرنے والا ہوتا ہے اسے اسی لئے خلیفہ کہا جاتا ہے کہ وہ نبی کی روشنی کو زیادہ سے زیادہ وسیع علاقہ میں پھیلاتا ہے اور دشمنانِ دین کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح سینہ سپر ہوتا ہے جس طرح نبی ہوتا ہے وہ خدائی احکام کے نافذ کرنے کے لئے اسی طرح پُر تمکنت ہوتا ہے جس طرح نبی ہوتا ہے۔ غرض تمام روحانی اور انتظامی کیفیات میں خلافت نبوت کا پرتو ہوتی ہے اور خلیفہ نبی کا جانشین

نبی اور خلیفہ کا مقام

نبی خدا کا مامور ہوتا ہے۔ خلیفہ مامور نہیں ہوتا۔ نبی کا انتخاب براہِ راست خدا کا انتخاب ہوتا ہے اور خلیفہ کا انتخاب مومنوں کے واسطہ سے خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ نبی آغاز میں اکیلا کھڑا ہوتا ہے۔ خلیفہ کے ساتھ پہلے دن سے ہی مومنوں کی جماعت ہوتی ہے۔ نبی اپنی عظیم ذمہ داریوں کے باعث اصل اور بنیاد ہوتا ہے۔ خلیفہ اپنے وسیع فرائض کے مطابق نبی کے مشن کی تکمیل کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی خارقِ عادت نصرت فرماتا ہے اسی طرح خلفا کو بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کی نصرتوں کے مورد ہوتے ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ نبوت اور خلافت اللہ تعالیٰ کے دینی نظام کے لازم و ملزوم شعبے ہیں (باقی ص۱۲)

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی پیشگوئی کا ظہور

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کا عظیم الشان دن

از مکرم جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی

احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپؐ کے بعد پہلے تو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی۔ اس کے بعد ملوکیت کا دَور آئے گا۔ اور مسلمان خلافتِ حقیقی کی برکات سے محروم ہو جائیں گے۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں از سرِ نو خلافت علیٰ منہاج النبوت کا سلسلہ قائم ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک عظیم الشان پیشگوئی کا حامل ہے۔ اور اپنے اندر مسلمانوں کے لئے بشارتِ عظمیٰ رکھتا ہے۔

مسلمانوں کی گزشتہ چودہ سو سالہ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافتِ راشدہ کا سلسلہ جو درحقیقت خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تھی، قائم ہوا۔ اور اس کے ذریعہ وہ اغراض و مقاصد جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے مبعوث فرمایا تھا پُورے ہوئے اور مسلمان روز بروز ترقی کی منازل طے کرتے گئے یہاں تک کہ دنیا کے ایک بڑے حصے پر اسلام پھیل گیا۔ اور جب حسب پیشگوئی مذکورہ بالا ملوکیت کا دَور آیا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی رُوح آہستہ آہستہ کمزور ہوتی گئی تو مسلمان روز بروز تشتت و افتراق کا شکار ہونے لگے۔ حتیٰ کہ ہمارے زمانہ میں جو آخری زمانہ کہلاتا ہے مسلمانوں کی طاقت غیر مسلم طاقتوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہوگئی۔ مولانا ابو الکلام بھی مسلمانوں کے تنزّل و ادبار کی یہی علت بیان کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی قومی زندگی و عروج کا اصل دَور خلافتِ راشدہ کا ہی زمانہ تھا۔ جبکہ مسلمانوں میں اجتماع و ائتلاف کی حالت پائی جاتی تھی اور

"اجتماع و ائتلاف کی یہ حالت حضرت علی علیہ السلام پر ختم ہو گئی۔ اس کے بعد سے اشتتات و انتشار کا دَور شروع ہوا۔ از انجملہ مرکزی قوتوں اور منصوبوں کا انتشار و اشتتات تھا جس نے فی الحقیقت امت کا تمام نظام شرعی و اصلی درہم برہم کر دیا۔ خلافت خاصہ کے بعد یہ ساری یکجا قوتیں الگ الگ ہوگئیں"

(مسئلہ خلافت صفحہ ۲۱)

الغرض امت مسلمہ سے نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا مٹ جانا ہی اس کے زوال کا حقیقی باعث ہوا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا احدیث میں یہ بشارت دی کہ مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے بعد پھر اللہ تعالےٰ خلافت علیٰ منہاج النبوت کا سلسلہ قائم کرے گا۔ اور اسلام کو تمام مذاہب پر غلبہ بخشے گا۔ اور وہ زمانہ آجائے گا کہ جب تمام مذاہب میں سے صرف اسلام کو ہی حقیقی مذہب سمجھا جائے گا۔ اور باقی تمام ملتیں ہلاک ہو جائیں گی۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے الفاظ بھی اپنے اندر یہ پیشگوئی رکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب منطوق آیت وَ اٰخرین منهم لمّا یلحقوا بهم ایک بروزی بعثت ہوگی۔ یعنی ایک نبی ظاہر ہوگا جو آپ کا ہی امتی ہوگا۔ اور آپ کے نور سے مستنیر اور آپ کے فیضِ رُوحانی سے مستفیض ہو کر ایک جماعت قائم کرے گا۔ اور اس کی جماعت صحابہؓ کی جماعت کی مانند ہوگی۔ تب اس کی وفات پر خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہوگی جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر قائم ہوئی تھی۔ سو وہ کامل بروزِ محمدؐ سورۂ جمعہ کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور جیسے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے انتقال سے پہلے آپ کی وفات کے قرب کی اطلاع دے دی تھی۔ اور آپ پر آیت الیوم اکملتُ لکم دینکم نازل فرما کر یہ بتا دیا تھا کہ آپ اپنا کام مکمل کر چکے ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہامات یہ خبر دے دی تھی کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء میں آپ نے اپنے رسالہ الوصیت میں اس کا بالصراحت اعلان بھی فرمایا اور اس وصیت میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا سلسلہ جاری ہوگا۔

اس رسالہ میں آپ اللہ تعالیٰ کی یہ دائمی سنت کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ان کی وفات کے بعد ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ یہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:-

"غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی ..... تب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہوگئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔ تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم ولیبدّلنّهم من بعد خوفهم امنًا۔ یعنی خوف کے بعد ہم اُن کے پیر جما دیں گے"

یہ خلافت جو خلافت علیٰ منہاج النبوت ہے۔ اس کا ذکر کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"سو اَے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّتِ الٰہیہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اِس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دِل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت آنہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"

اِس کے بعد آپؑ نے ۲ مئی ۱۹۰۸ء کو بعد از نماز عصر اپنی ستر بہتر کتب اور اپنی تقاریر اور تبلیغی سفروں کا اور یہ کہ تقریری اور تحریری طور پر ہم نے تبلیغ کا کام پورا کر دیا ہے ذکر کرکے فرمایا:-

"معقولی رنگ اور منقولی طور سے تو اب ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔ کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس کو ہم نے پورا نہ کیا ہو"

(الحکم ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء)

اور جب آپ کی وفات کا وقت بہت قریب آگیا تو آپ کو اپنی وفات سے چھ روز پہلے یعنی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ کو یہ الہام ہوا:-

الرّحیل ثمّ الرّحیل والموت قریب۔

یعنی کوچ کا وقت قریب آگیا ہے اور موت قریب ہے۔

اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو وہ گھڑی آگئی جس میں آپ نے اپنے ازلی محبوب سے وصال کر کے دنیائے فانی سے دار البقاء کی طرف انتقال فرمایا اور جس طرح آپ کے متبوع و مقتدا رسول کریمؐ کی زبان مبارک پر بوقتِ انتقال الی الرفیق الاعلیٰ کے الفاظ جاری تھے اسی طرح جیسا کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بوقتِ انتقال یہی کہہ رہے تھے:-

"اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ۔ یہی الفاظ بڑی محبت بھرے لہجے میں آپ کہتے

رہے۔ اور جب صبح کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا کہ کیا صبح کا وقت ہوگیا ہے۔ تو پھر باوجود ناطاقتی اور کمزوری کے آپؑ نے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز ادا کی۔ یہاں تک کہ اس پیارے کو جا ملے۔ جس کے لئے آپ رات دن کوشاں تھے۔"

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

خلافت علیٰ منہاج النبوت کے سلسلہ کا قیام

جب مطابق الہام اَنْتَ الَّذِیْ طَارَ اِلَیَّ رُوْحُہٗ آپ کی رُوح اپنے حقیقی مولا کی طرف پرواز کر گئی تو ۲۷ مئی کو قادیان دار الامان میں آپ کی تمام حاضر الوقت جماعت نے آپ کی نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے رسالہ الوصیت کے مطابق حضرت حاجی الحرمین حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور عہد کیا کہ آئندہ آپ کا فرمان ہمارے لئے ویسا ہی واجب الاتباع ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ چنانچہ جو تحریر انتخاب کے وقت حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست تھی عام حاضرین کو پڑھ کر سنائی گئی۔ وہ یہ تھی:-

"اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقیٰ ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپؑ کے شعر سے

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

بدستخط رحمت اللہ (مالک انگلش ویر ہاؤس لاہور) صاحبزادہ مرزا محمود احمد۔ مفتی محمد صادق۔ سید محمد احسن امروہوی۔ سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن لاہور۔ مولوی محمد علی۔ خواجہ کمال الدین۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ۔ مرزا خدا بخش۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرتِ ثانیہ کے ظہور کی مثال حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی دی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے ہاتھ پر صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کو جمع کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہت سی باتوں میں مشابہت رکھتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ مَردوں میں سے اوّل المومنین تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک کو مجھے ماننے میں کوئی نہ کوئی روک یا تردد ہوا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کو ایمان لانے میں کوئی تردد نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ بھی مَردوں میں سے پہلے شخص تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

"انہوں نے اپنے وقت میں بلا تردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں۔ اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت کو فسخ کر دیا تھا۔ اور بہتیرے سست اور متذبذب ہوگئے تھے۔ تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ مَیں ہی مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا۔ جس میں یہ فقرات درج تھے، اٰمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین"

(روحانی خزائن جلد ۳ بحوالہ ازالہ اوہام ص۵۲۱)

پس اللہ تعالیٰ نے بھی اس ایمان و تصدیق کا بدلہ اس رنگ میں دیا کہ آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نمونہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بروزِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفۂ اوّل بنایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح آپؓ کی خلافت سے خلافت علیٰ منہاج النبوت کے سلسلہ کا آغاز ہوا۔ پھر جیسے حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلیفہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو پیش کیا تھا کہ ان دو میں سے کسی کی بیعت کر لی جائے۔ اور جس کا پہلے نام لیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ ثانی ہوئے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ منتخب کئے جانے کے وقت جو تقریر فرمائی اس میں آپؓ نے چند دوستوں کے نام کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر چاہو تو ان میں سے کسی کو منتخب کر لو۔ لیکن آپ نے ان کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا:-

"میَں چاہتا تھا کہ حضرت صاحب کا صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا۔ اور اسی واسطے مَیں ان کی تعلیم میں سعی کرتا رہا یا میر ناصر نواب صاحب جو حضرت کے واسطے جائے ادب یا نواب محمد علی خاں صاحب جو حضرت کی فرزندی میں داخل ہیں"

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اور مولوی سید محمد احسن صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کا بھی ذکر کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح آپ نے جس کا نام سب سے پہلے ذکر کیا تھا وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ ہوئے۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا سلسلہ شروع ہوگا ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو بڑی آب و تاب سے پوری ہوئی۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

رکھتا ہے عجب شانِ خدا نامِ خلافت

از محترم جناب روشن دین صاحب تنویر مرحوم

ملتا ہے اُسی قوم کو انعامِ خلافت
ہو جس کا عمل لائقِ اکرامِ خلافت

خورشید جہانتابِ نبوت کی کرن سے
رخشندہ ہیں دیوار و در و بامِ خلافت

یہ سلسلہ در سلسلہ قائم ہے ہُدیٰ کا
پیغامِ نبوت ہی ہے پیغامِ خلافت

پھر شور اُٹھا خمکدۂ مصطفویؐ میں
پھر دَور میں لائے ہیں وہی جامِ خلافت

شاہی میں گدائی ہے گدائی میں ہے شاہی
رکھتا ہے عجب شانِ خدا نامِ خلافت

آغاز کیا پھر جو مسیحائے زماں نے
تا روزِ قیامت نہیں انجامِ خلافت

تنویر یہ ہے دین کا اِک نکتۂ باریک
آزاد وہی ہے کہ جو ہے رامِ خلافت

آیت استخلاف اور تحریک جدید

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے وکیل المال تحریک جدید قادیان

آیت استخلاف میں مومنوں کی جماعت سے وعدۂ الٰہی ہے کہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ کہ خلفاء کرام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کے دین کو تمکنت بخشے گا پہلے نبی کے خلفاء کے عہد مبارک میں ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کے عہد میں بھی یہ وعدہ ایفاء ہوا حضورؑ کے وصال پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے ذریعہ قلوب مومنین نے سکینت پائی اور تمکنت حاصل ہوئی۔ اور خلافت کا مسئلہ واضح طور پر قلوب میں راسخ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے ذریعہ پھر عملاً مسئلہ خلافت دلوں میں راسخ ہوا اور تمام نقطۂ نظر رکھنے والوں پر ظاہر ہوا ایمان میں، انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد و اعلائے کلمۃ اللہ میں اور ان امور کے لئے وقف اولاد وغیرہ میں غیر معمولی نمایاں برتری حاصل ہوئی۔ وہ خزانۂ جماعت جوان چھوڑنے والے افراد کے وقت صرف چند آنے کی رقم رکھتا تھا اب اس کا میزانیہ ہر دو مراکز کا سال رواں کا قریباً سوا دو کروڑ روپے کا ہے ان باقاعدہ چندوں کے علاوہ فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ (جو حضرت مصلح موعود رضؓ کی وفات پر آپ رضؓ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے جمع کیا گیا) قریباً سینتیس لاکھ روپے ہوا اور حضور ماً مغربی افریقہ کے ممالک کے لئے جو نصرت جہاں فنڈ چند سال پہلے قائم کیا گیا اس کی وصولی بھی قریباً ۳۵-۴۰ لاکھ تک ہو چکی ہے۔

۱۹۳۴ء میں مرکز قادیان اور جماعت احمدیہ کے (معاذ اللہ) استیصال کے بارے میں اعلان بعض مسلم جماعتوں نے کیا جن کی پشت پناہی اس وقت کی پنجاب سرکار بھی کر رہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کو تلقین کی کہ وہ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے تحریک جدید کے تحت ۲۷ ہزار روپیہ فی سال ادا کریں تا جاری شدہ جماعتی کام متاثر نہ ہوں اور حضورؓ نے پُر زور تحریک فرمائی کہ شادی بیاہ، رہن سہن اور کھانے میں حد درجہ سادگی اختیار کی جائے تا ایسی کفایت سے روپیہ پس انداز ہو کر خدمت دین کے لئے دیا جا سکے۔ اور سینما۔ تماشوں وغیرہ سے بکلی روک دیا۔ اس چندہ میں حضورؓ نے بذات خود پونے تین لاکھ سے اوپر اور حضور کے خاندان نے مزید کئی لاکھ روپیہ دیا۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس میں قریباً ۵۷ لاکھ روپیہ سالانہ چندہ دیتی ہے۔ جس سے قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہوتے ہیں غیر ممالک میں تبلیغ کے مراکز قائم کئے جاتے ہیں وہاں مبلغ بھجوائے جاتے ہیں۔ مدارس اور شفاخانے کھولے جاتے ہیں مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آخری سالوں میں جب سے تحریک کا اجراء ہوا حضور ماً احمدیت کو تمکنت بخشی۔ اس وقت خاص طور پر "احرار اسلام" پارٹی نے مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ خود وہ جماعت منتشر ہو گئی اور اس کا استیصال ہوا۔ اور اس کا نام حرف غلط کی طرح مٹ گیا لیکن طوفان کی ان آندھیوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لگایا ہوا یہ پودا ہر آنچ سے محفوظ رہا بلکہ زیادہ سے زیادہ تناور درخت بنتا جا رہا ہے جس کے شیریں ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ تین سال کے لئے قربانی کرو تو اس وقت احراری فتنہ سامنے تھا حضور نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ زمین ان کے پاؤں تلے سے نکلی جا رہی ہے۔ اور یہ بات چند دن میں پوری ہو گئی۔ (بحوالہ کتاب پنجہزاری مجاہدین صفحہ ۵)

نیز فرمایا:۔

"پچھلا پچاس سالہ تجربہ تمہارے سامنے ہے۔ دشمن نے لاکھ روکا وٹیں ڈالیں۔ اس نے کروڑوں حیلے کئے..... بڑے بڑے لوگ اٹھے اور انہوں نے چاہا کہ سلسلہ کی ترقی کو روک دیں مگر خدا کا کام ہو کر رہا۔ اس نے الہام کر کے ایسے لوگ کھڑے کر دئے جو اس کے دین کے انصار بنے اور یقیناً اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ (ر صفحہ ۳۰-۲۱)

بہت بڑا جہاد درپیش

بہت بڑا جہاد جماعت کو درپیش ہے حضور فرماتے ہیں:۔

"ایک بہت بڑا کام ہے جو ہمارے سامنے ہے.... ایک عظیم الشان جنگ ہے جو شیطان سے لڑی جانے والی ہے۔ جو لوگ اس میں حصہ لیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کر لیں گے۔ جو لوگ حصہ نہیں لیں گے وہ اپنے اعراض سے خدا تعالیٰ کے کام کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ یہ کام خدا کا ہے اور اس نے بہر حال ہو کر رہنا ہے" (ر صفحہ ۳)

چندہ نہ لینا ایمان پر ظلم

حضور یہ بھی فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ روپیہ ہماری ضرورت کے لئے کافی ہو جائے تب پھر تمہارے اندر ایمان پیدا کرنے کے لئے... اخلاص... زندگی... اور تمہارے اندر روحانیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ.. مطالبہ کیا جائے اور ہمیشہ اور ہر آن کیا جائے۔ اگر ... مطالبہ ترک کر دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہوگا۔ یہ سلسلہ پر ظلم ہوگا یہ تقوےٰ اور ایمان پر ظلم ہوگا۔" (الفضل ۷ر اپریل ۱۹۴۴ء)

سلسلہ کو اموال کثیرہ حاصل ہونگے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو ترقی ہوگی اور جماعت کے لئے مطلوب اموال حاصل ہوں گے اور حضورؑ کا قائم کردہ نظام ترقی پذیر ہوگا۔ حضورؑ رقم فرماتے ہیں:۔

"یہ مت خیال کرو کہ یہ دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی..... میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں" (الوصیت)

تحریک جدید نظام نو کیلئے ارہاص ہے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ وسیع اور عالمگیر نظام نو جو وصیت کے ذریعہ قائم ہوگا اور اس کے اموال یورپ اور امریکہ کی حکومتوں کے اموال سے بھی بڑھ جائیں گے اور دنیا کے دنیوی ضروریات طعام و قیام اور تعلیم وغیرہ کے لئے مکتفی ہوں گے یہ اس وقت قائم ہوں گے جب دنیا میں احمدیت کی کثرت ہو جائے گی۔ فرمایا

"ابھی موجودہ آمد مرکز کو بھی صحیح طور پر چلانے کے قابل نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں تحریک جدید کا القاء فرمایا تا کہ تبلیغ احمدیت کو وسیع کیا جائے۔ پس تحریک جدید کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کے سامنے معذرت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ تو جس نظام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے اس کے آنے میں ابھی دیر ہے اس لئے ہم تیرے حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ پیش کرتے ہیں تا کہ تبلیغ احمدیت کو وسیع کیا جائے اور تبلیغ سے وصیت کو وسیع کیا جائے .... غرض تحریک جدید گو وصیت کے بعد آئی ہے مگر اس کے لئے پیشرو کی حیثیت میں... اور بطور ارہاص ہے۔ ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔" (نظام نو صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

صیہونی خطرہ کا دفاع

امریکن میگزین "ٹائم" نے اپنے بہترین نامہ نگاروں کو روم۔ بیروت۔ نیروبی اور عرب ممالک میں بھجوایا اور متعدد بہترین دماغوں کے ذریعہ معلومات فراہم کر کے ۲ر اپریل کو پانچ صفحات کا مضمون شائع کیا جس میں بتایا کہ تیل کی اس قدر ریتات عرب ممالک کو ہے کہ اس کی وجہ سے ان کی مالی طاقت روز افزوں ہے اور اندازہ ہے کہ ۱۹۸۰ء تک وہ اقتصادیات پر اثر انداز ہوں گے (ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۴ر اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۲)

دوسری طرف یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ اسرائیل کی ایک بظاہر ننھی سی مملکت جو روس برطانیہ اور امریکہ وغیرہ طاقتوں کی جابرانہ مدد سے بذریعہ اقوام متحدہ قائم ہوئی روز بروز ترقی پا رہی ہے اور عرب ممالک باوجود دسیوں گنا زیادہ ہونے کے سے ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اسرائیل کی جارحیت ہر لمحہ تشویشناک ہوتی جا رہی ہے۔ ان کے طاغوتی عزائم ان کے ایک رہنما بن باحت اور یہی یہودی کے ایک مضمون سے عیاں ہیں

درخواست دعا　خاکسار کی چھوٹی بچی عزیزہ صفیۃ السنان بیمار ہے اس کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے　خاکسار محمد عبدالباقی ایم اے بڑودہ

اس نے لکھا کہ

"مسیحیت کو چاہیئے کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کر نے کا اہتمام کرے اور حضور کے روضہ کو مسمار کر دے۔"

(خالصتاً بدنام)

(نیویارک ٹائمز جولائی ۱۹۶۰ء بحوالہ ماہنامہ دعوت نظی ۱۹۶۵ء)

ان حضرات کے پیش نظر حضرت مصلح موعود نے جماعت کو تلقین کی تھی اور قریب پچاس سال قبل ہی فرمایا تھا کہ بالآخر احمدیت کے نزول کے نتیجہ میں ہی یہ دور ہوگا

(۱) "ہم نے چپہ چپہ پر محمد رسول اللہ کی حکومت قائم کرنی ہے۔ یہ کام ... ہمیشہ کا ہے ... ہم اسلام کی حفاظت کے لئے اس کے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ دشمن ہماری لاشوں پر سے گزرے بغیر اسلام کے جسم تک نہیں پہنچ سکتا۔"

(تقریر اعلان مجاہدین ۱۹۲۲ء)

(۲) "سب سے زیادہ مظلوم انسان آج محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہر سال لاکھوں کتب آپ کے چاند سے زیادہ روشن چہرے پر گرد ڈالنے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدارو!!! کیا تم اس کے جواب میں اپنی بیویوں میں بیٹھے رہو گے اور تحریک جدید میں حصہ لے کر اپنی محبت کا ثبوت نہ دو گے۔"

(۵ ...)

(۳) یہ خیال مت کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ نہیں بلکہ میں اس کا ایک ایک لفظ قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں۔ اور ایک ایک حکم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے دکھا سکتا ہوں۔ مگر سوچنے والے دماغ اور ایمان والے دل کی ضرورت ہے۔

پس یہ مت خیال کرو کہ جو میں نے کہا ہے وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اس نے کہا ہے جس کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے۔ میں اگر مر بھی جاؤں تو وہ کسی سے یہی کہلوائیں گا اور اس کے مرنے کے بعد اور سے۔ بہرحال چھوڑے گا نہیں جب تک تم سے اس کی پابندی نہ کرا لے۔ یہ پہلا قدم ہے۔" (الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۳۵ء)

احباب سے استدعا ہے کہ اس تحریک کی اہمیت کے مدنظر اس میں شمولیت فرمائیں اور بلند از بلند قربانیاں کی جائیں اور عہدیداران جماعت خاص توجہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا کرے۔ آمین

خلفاء کی علامات

آیت استخلاف کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

اوّل: خلیفہ خدا بناتا ہے۔ یعنی اس کے بنانے میں انسانی ہاتھ نہیں ہوتا۔ نہ وہ خود خواہش کرتا ہے۔ اور نہ کسی منصوبہ کے ذریعہ وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے حالات میں وہ خلیفہ بنتا ہے جبکہ اس کا خلیفہ ہونا بظاہر ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ خود ظاہر کرتے ہیں کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے کیونکہ جو وعدہ کرتا ہے وہی دیتا بھی ہے۔ نہ یہ کہ وعدہ تو وہ کرے اور اسے پورا کوئی اور کرے پس اس آیت میں پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ سچے خلفاء کی آمد خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔ کوئی شخص خلافت کی خواہش کر کے خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اور نہ کسی منصوبہ کے ماتحت خلیفہ بن سکتا ہے۔ خلیفہ وہی ہوگا جسے خدا بنانا چاہے گا۔ بلکہ بسا اوقات وہ ایسے حالات میں خلیفہ ہوگا جبکہ دنیا اس کے خلیفہ ہونے کو ناممکن خیال کرتی ہوگی۔

دوسری علامت اللہ تعالیٰ نے سچے خلیفہ کی یہ بتائی ہے کہ وہ اس کی مدد انبیاء کے مشابہ کرتا ہے کیونکہ فرماتا ہے كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کہ یہ خلفاء ہماری نصرت کے ایسے ہی مستحق ہوں گے جیسے پہلے خلفاء۔ اور جب پہلی خلافتوں کو دیکھا جاتا ہے تو وہ تین قسم کی نظر آتی ہیں اوّل خلافت نبوت جیسے آدم علیہ السلام کی خلافت تھی جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ ع ۴) میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اب آدم علیہ السلام کا انتخاب نہیں کیا گیا تھا اور نہ وہ دنیوی بادشاہ تھے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ایک وعدہ کیا اور انہیں زمین پر اپنی طرف سے آپ کھڑا کیا اور جنہوں نے ان کا انکار کیا انہیں سزا دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آدم ان معنوں میں بھی خلیفہ تھے کہ ایک پہلی نسل کے تباہ ہونے پر انہوں نے اور ان کی نسل نے پہلی قوم کی جگہ لے لی۔ اور ان معنوں میں بھی خلیفہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ایک نئی نسل جاری کی۔ لیکن سب سے بڑی اہمیت جو انہیں حاصل تھی وہ نبوت اور ماموریت ہی کی تھی۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ انہی معنوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خلیفہ کہا گیا ہے۔

پس پہلی خلافتیں اوّل خلافت نبوت تھیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت تھی۔ جن کو قرآن کریم نے خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر ان کو خلیفہ صرف نبی اور مامور ہونے کے معنوں میں کہا گیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق صفاتِ الٰہیہ کو دنیا میں ظاہر کرتے تھے اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ظل بن کر ظاہر ہوئے اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کہلائے۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول ص ۳۶۶ تا ص ۳۷۵)

نبوت اور خلافت کی حقیقت (بقیہ صفحہ)

خدائی بادشاہت کی دو تجلیاں ہیں۔ اور روحانی گاڑی کے دو پہیے ہیں جو لوگ نبوت کا انکار کرتے ہیں وہ خلافت کی نعمت سے بھی بے بہرہ رہتے ہیں۔ اور جو لوگ خلافت کے منکر ہوتے ہیں وہ نبوت کے روحانی ثمرات سے بھی محروم رہتے ہیں اور آسمانی بادشاہت کی عظیم تجلّی سے بھی بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ محض اقتدار نہ کبھی نبوت کا نصب العین ہوا ہے اور نہ خلافت کا مطلوب قرار پایا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں نعمتیں خالص آسمانی اور روحانی ہیں۔ البتہ جب جب اور جس جس قدر اقتدار نبوت کو حاصل ہوا یا خلافت کے شامل حال ہوا تو اسے ہمیشہ روحانی زندگی کے استوار کرنے اور دین کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ اور یہی وہ نقطہ ہے جہاں پر کہ خلافت راشدہ عام حکومت یا مطلق خلافت سے ممتاز نظر آتی ہے

خلافت کو دائمی بنانے کا طریق

پس خلافت راشدہ اللہ تعالیٰ ہی کا وہ انعام ہے جو نبی کی جماعت کو نبی کی وفات کے صدمہ پر ان کے دلوں کی تسکین اور طمانیت کے لئے دیا جاتا ہے۔ دین کی اشاعت کا اسے ذریعہ بنایا جاتا ہے اور اہل ایمان کی شیرازہ بندی کا اسے وسیلہ ٹھہرایا جاتا ہے اس نعمت کی قدر کرنا اور اسے دیر پا دائمی بنانا مومنوں کا فرض ہے۔ خدائی قانون یہی ہے کہ جس نعمت کی ناقدری کی جائے اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ اللہ اسے لمبا کرتا اور وسیع تر بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک بہت بڑا فضل یہ ہے کہ اس نے جماعت احمدیہ کو نعمت خلافت سے نوازا ہے اور ہمیں اس کی برکات سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اس کی قدر کریں اور اس کی روحانی برکات سے کامل طور پر مستفید اور متمتع ہوں

اللّٰھم آمین۔ یا رب العالمین

مسیح زماں نے خبر صاف دی ہے
مقدر ہوا ہے دوام خلافت

تنویر

حضرت سید میر داؤد احمد صاحب کے سانحہ ارتحال پر تعزیت

حضرت سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم و مغفور کے سانحہ ارتحال پر مزید کچھ احباب اور جماعتوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی خدمت میں تعزیتی خطوط اور قراردادیں بھجوائی ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر بخشے آمین — ایڈیٹر

۱- مکرم سید خالد احمد صاحب مظفر پور چھٹی
۲- " مولوی احمد اللہ صاحب مونس ناسن "
۳- " مسیح الدین الہ دین صاحب بمبئی "
۴- " مولوی حمید الدین صاحب مبلغ لوکھ "
۵- " خواجہ سعید احمد صاحب ڈار آسنور "
۶- " پروفیسر مجید عالم صاحب خانپور ملکی "
۷- " آتم مظفر احمد صاحب سرینگر "
۸- " محمد زکریا صاحب آرہ "
۹- " مولوی شیخ حمید اللہ صاحب پونچھ "
۱۰- " محمد اکرم خان صاحب غوری ربوہ "
۱۱- " پروفیسر عبد السلام صاحب بنارس "
۱۲- " ڈاکٹر سید حبیب الدین صاحب جمشید پور "
۱۳- جماعت احمدیہ یادگیر قرارداد تعزیت
۱۴- " " بھدرواہ "
۱۵- " " ابراہیم پور ہجرت پور "
۱۶- مکرم سید مبشر الدین احمد صاحب ارکیم ٹینہ چٹھی

درخواست ہائے دعا

۱- میری والدہ محترمہ بازو کے درد سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے اور میں کاروباری پریشانیوں میں ہوں ان کے ازالہ کیلئے دعا فرمائی جائے سید شوکت علی کرول

۲- میری اہلیہ کو زچگی ہونے والی ہے یہ مرحلہ بخیریت گزرنے کے لئے اور میرے بھتیجے لطیف احمد کی تجارت میں ترقی کیلئے دعا فرمائی جائے غلام محمد اندیال آنندھرا

۳- [illegible] ذکیہ [illegible] عرصہ سے [illegible] بخار میں مبتلا ہیں۔ دعائے صحت کی عاجزانہ درخواست ہے خاکسار رفیق احمد گجراتی درویش قادیان

"دوسری قدرت کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے"

"اور دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں" (الوصیت)

از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک نبی اور مامور الٰہی کی وفات کا حادثہ مومنوں کے لئے ان کے نبی سے بے پناہ محبت اور عقیدت کی وجہ سے حد درجہ المناک اور موجب حیرت و پریشانی ہوتا ہے۔ اور بہت سے کمزور ایمان والوں کے لئے بسا اوقات باعث ٹھوکر اور مخالفین کے لئے باعث مسرت و انبساط ہوتا ہے۔ دشمن یہ خیال کرکے خوش ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ذریعہ ایک روحانی سلسلہ وجود میں آیا اور جس کی شبانہ روز مساعی کی بدولت ایک روحانی جماعت تیار ہوئی وہ اٹھ گیا ہے اس لئے اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا سلسلہ اور تمام کاروبار بھی مٹ جائے گا اور نابود ہو جائے گا۔ اور الہام اور وحی کی بناء پر ترقیات کے جو وعدے کئے گئے تھے وہ سب غلط اور سراب ثابت ہوں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے لئے ایسی ذلت روا نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ان لوگوں کے لئے جو اس کے مرسل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اموال و نفوس کی قربانیوں کے ذریعے اپنے صدق و اخلاص اور سچی محبت اور فدائیت کا ثبوت دیتے ہیں یہ پسند کرتا ہے کہ وہ دشمن کی نظر میں ذلیل اور شرمندہ ہوں۔ اس لئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سے سنت ہے کہ وہ

"دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ جائے گا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔ اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پاؤں جما دیں گے۔"

میں اوپر مختصراً ذکر کر چکا ہوں کہ نبی اور مامور من اللہ کی وفات کا صدمہ مومنوں کے لئے، اگر خدا تعالیٰ دستگیری نہ کرے، ایک ناقابل برداشت صدمہ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جو اپنے مومن بندوں پر حد درجہ رحیم اور مشفق ہے وہ ان کی دو رنگ میں دستگیری فرماتا ہے ایک اس رنگ میں کہ وہ نبی کی وفات سے پہلے اپنی وحی کے ذریعہ اس کی وفات کا مختلف پیرایوں میں اعلان فرما دیتا ہے تا وہ اپنے آپ کو اس صدمہ کے برداشت کرنے کے لئے تیار کر سکیں۔ دوسرے اس رنگ میں کہ اس کی وفات کے بعد خلافت کے ذریعے اپنی دوسری قدرت کا اظہار فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کی جھوٹی خوشی کو پامال کر دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق اطلاع

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق غزوہ احد میں آیت

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

نازل فرما کر آپ کا دیگر انبیاء کی طرح وفات پانا ضروری قرار دیا۔ پھر سورۃ النصر میں فتح و نصرت الٰہی اور عام لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہونے کا ذکر کرکے آپ کی وفات کے قریب ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس سورت سے یہی سمجھے کہ آپ کی وفات کا زمانہ قریب ہے پھر اپنی وفات سے چند روز پیشتر آپ نے منبر پر تشریف لا کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ

ان يعيش في الدنيا ما شاء ان يعيش ويأكل في الدنيا ما شاء ان يأكل وبين لقاء ربه فاختار لقاء ربه فبكى ابو بكر فقال اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم الا تعجبون من هذا الشيخ (ترمذی)

چاہے تو وہ دنیا میں جتنی دیر چاہے رہے اور دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھائے یا چاہے تو وہ اپنے رب کے پاس آ جائے۔ تو اس نے اپنے رب سے ملاقات کو پسند کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زار زار رونے لگے۔ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رونے پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ حضور نے تو کسی ایک بندے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بوڑھا رونے لگ گیا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں

راوی کہتا ہے

فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو المخير وكان ابو بكر هو اعلمنا به

کہ بعد میں کھل گیا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے اس کا زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسی وقت معلوم کر لیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں داغ مفارقت دینے والے ہیں۔

اسی طرح آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر نصائح کرتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ شاید ہم پھر یہاں اکٹھے نہ ہو سکیں گے اور ادھر آیت اليوم اكملت لكم دينكم بھی نازل ہو گئی جو اس امر کا اعلان تھی کہ آپ اپنا کام مکمل کر چکے ہیں جس کے یہ معنے تھے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مختلف پیرایوں میں آپ کی وفات کے قریب ہونے کا اعلان اس لئے فرمایا کہ تا صحابہ کرام آپ کے وفات پا جانے پر شدت صدمہ کو برداشت کر سکیں اور آپ کی وفات ایک ناگہانی مصیبت نہ سمجھی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے حادثہ وفات کو ناگہانی اور بے وقت سمجھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آیت کریمہ

أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

اور آیت

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ

سنانے پر انہیں یقین ہو گیا کہ آپ اپنے خدا کو پیارے ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلعت خلافت پہنا کر اپنی قدرت کا دوبارہ اظہار کیا اور حسب وعدہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ دشمنوں کی جھوٹی خوشی کو پامال کرکے مومنوں کے خوف کو امن سے بدل دیا اور ان کے ذریعہ غلبہ اسلام سے متعلق وعدوں کا پورا ہونا مہر نیمروز کی طرح ظاہر ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب وفات کی اطلاع

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بذریعہ وحی یہ خبر دی کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۰۵ء میں آپ نے الوصیۃ تحریر فرمائی جس میں آپ نے اس مقدس وحی الٰہی کا ذکر کیا جس میں آپ کی وفات کے قریب آنے کی خبر دی گئی تھی اور وہ یہ ہے:-

قرب اجلك المقدر ولا نبقي لك من المخزيات ذكرا قل ميعاد ربك

یعنی تیری اجل قریب آ گئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے۔

"پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ نے میری وفات کی نسبت اردو زبان میں مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ مجھے مخاطب کرکے فرمایا:-

بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا"

پھر نومبر ۱۹۰۷ء میں الہام [illegible]:-

موت قریب۔ إِنَّ اللّٰهَ يَحْمِلُ كُلَّ حِمْلٍ

پھر دسمبر ۱۹۰۷ء کو آپ کو یہ الہامات ہوئے :-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
یعنی خوشی اور خرمی سے چل کہ تیرا وقت
قریب آ گیا)
ستائیس کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللّٰہ خیر و ابقیٰ ۔ خوشیاں منائیں گے"

ان الہامات میں پہلے آپ کی وفات کے قریب آنے کا ذکر ہے جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ پھر ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو جبکہ آپ کی نعش مبارک کو قادیان لایا گیا اور نماز جنازہ ادا کی گئی اور بالاتفاق حسب الوصیت حاجی الحرمین حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو آپ کا خلیفۂ اول منتخب کیا گیا۔

پھر ان الہامات میں مخالفین کے رویہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ آپ کی وفات پر خوشیاں منائیں گے۔

پھر ۹ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا :-
الرحیل ثم الرحیل ان اللّٰہ یحمل کل حمل

اور ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا :-
"ڈرو مت مومنو"

اور ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا
"مکن تکیہ بر عمر ناپائدار"

اور یوم وفات سے چھ روز پیشتر یعنی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا
الرحیل ثم الرحیل والموت قریب
یعنی کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے اور موت قریب ہے۔

۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے بعد نماز عصر ایک گفتگو کے دوران میں اپنی [illegible] کتب اور اپنی تقاریر اور تبلیغی سفروں کا ذکر کر کے فرمایا :-

"مستعد رنگ میں اور معقولی طور سے ہم اب اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔ کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس کو ہم نے پورا نہ کیا۔"
(الحکم ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء)

نیز اسی روز آپ نے تبلیغ کے متعلق فرمایا
"ہمارا کام صرف بات کا پہنچا دینا ہے ما علی الرسول الا البلاغ ۔ تعرف خدا کا کام ہے ہم اپنی طرف سے بات کا پہنچا دینا چاہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پوچھے جاویں کہ کیوں اچھی طرح سے نہیں بتایا اس واسطے ہم نے زبانی بھی لوگوں کو سنایا ہے تحریری بھی اس کام کو پورا کر دیا ہے۔ دنیا میں کوئی کم ہوگا کہ ان کو ہماری تبلیغ نہیں پہنچی یا ہمارا دعوے ان تک نہیں پہنچا۔" (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۸ء)

خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے والا جب پیغام پہنچا چکے اور جس غرض کے لئے بھیجا جاتا ہے وہ غرض پوری ہو چکے تو خدا تعالیٰ اسے اپنے پاس بلا لیتا ہے اور اگر اس وقت دنیا اپنی پوری خوبصورتی کے ساتھ اس کے سامنے آئے تو وہ اس سے اعراض کرتا ہے اور محبوب ازلی سے ملاقات کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ؎

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

قدرت ثانیہ کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو صبح کے وقت "اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ ۔ اے میرے پیارے اللہ" کے الفاظ محبت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے سب سے پیارے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ پر ایمان لانے والوں کی اندوہ و غم سے جو حالت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے دشمن نے خوشیاں منائیں لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "الوصیت" میں یہ فرما چکے تھے :-

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"

اس کے مطابق آپ کی وفات کے دوسرے روز یعنی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو سرزمین قادیان میں ساری حاضر جماعت نے بالاتفاق حاجی الحرمین حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ اول تسلیم کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کیا کہ آئندہ آپ کا فرمان ہمارے لئے ایسا ہی واجب الاتباع ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت ثانیہ کے ظہور کی مثال حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی دی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے ہاتھ پر صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جمع کیا وہ حضرت ابوبکرؓ سے بہت سی باتوں میں مشابہت رکھتا تھا۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے میں اس وقت صرف ایک مشابہت کا ذکر کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے حق میں فرمایا :-

وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی)
یعنی مجھے کسی کے مال سے کبھی ایسا نفع نہیں پہنچا جیسا ابوبکرؓ کے مال سے پہنچا ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں :-

"ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔"

پس جیسے خادم و آقا بروزی رنگ میں مقام وحدت پر تھے ویسے ہی خادم کا خلیفۂ اول آقا کے خلیفۂ اول کے ساتھ کمال مشابہت رکھتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد خلافت میں جماعت کے قدموں کو مستحکم کر دیا اور دشمن کی جھوٹی خوشی پامال ہو گئی۔ اور پھر یہ خیال کرنے لگا کہ اب ان کی وفات (یعنی حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی) کے بعد سلسلہ قائم نہیں رہے گا لیکن حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافت کی باگ ڈور ایک ایسے نوجوان مرد کے ہاتھ میں دی جس کی نسبت اس نے اپنی وحی میں "اولوالعزم" فرمایا تھا اور خبر دی تھی کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی چنانچہ اس کے عہد خلافت میں اپنی قدرت کا زبردست ہاتھ دکھایا۔ مخالفوں کی کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور دشمن اپنے تمام ارادوں میں اور ہر قسم کے منصوبوں میں ناکامی سے ہمکنار ہوا۔ اور وہ جماعت جو اپنے ملک میں بھی حقیر اور کمزور سمجھی جاتی تھی اسے یہ توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل و نصرت سے عطا ہوئی کہ وہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں تبلیغ اسلام کے مراکز قائم کرے۔ اور مساجد تعمیر کروائے۔ اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرے۔ چنانچہ اس موعود خلیفہ نے (اللہ تعالیٰ اس پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے) دنیا کے کناروں تک شہرت پائی اور مختلف ممالک میں رہنے والی قوموں نے اس سے برکت پائی اور وہ اسلام میں داخل ہوئیں اور اس طرح وہ غرض پوری ہوئی جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں فرمایا تھا کہ :-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا"

اور حضور کا یہ فرمان سچا ثابت ہوا کہ :-

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور یہ بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے"

اور آج وہ درخت اللہ تعالیٰ کے فضل سے تناور ہو گیا ہے جس کی شاخیں یورپ امریکہ ۔ افریقہ ۔ ایشیا وغیرہ براعظموں میں پھیل چکی ہیں۔ جس کا اعتراف نہ ایک دفعہ بلکہ متعدد دفعہ دشمن بھی اپنی تحریروں کے ذریعہ کر چکا ہے والفضل ما شهدت به الاعداء

اور وہ دن جب کہ قدرت ثانیہ کا پہلی دفعہ ظہور ہوا اور جو آئندہ کی تمام ترقیات کی بنیادی اینٹ ثابت ہوا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا اگلا دن یعنی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کا دن ہے جو جماعت احمدیہ مختلف مقامات پر منا رہی ہے۔

درخواستہائے دعا

۱۔ خاکسار [illegible] جماعت کا امتحان دے رہا ہے بزرگان و درویشان کی خدمت میں اعلیٰ کامیابی کیلئے درخواست دعا ہے
خاکسار محمد احمد احمدی ابن غلام مسیح صاحب بھدرک

۲۔ ہم دو احمدی لڑکے بی اے فائنل کا دے رہے ہیں بزرگان و درویشان ہماری اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا کریں
خاکسار شیخ عبدالاحد احمدی و شیخ عبدالقادر [illegible]
محلہ شنکرپور بھدرک

خلافتِ حقّہ اسلامیہ کے بارہ میں دو اجماع

از قلم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ بمبئی

(۱)

اللہ تعالیٰ جب انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرماتا ہے اور ان کے ذریعہ گمراہی اور بے دینی کو دور کر کے خالق و مخلوق کے تعلق کو مضبوط کرتا ہے تو یہ سلسلہ ہدایت انبیاء علیہم السلام کی وفات کے ساتھ منقطع نہیں ہو جاتا بلکہ ان کے بعد اسے جاری رکھا جاتا ہے کیونکہ نبی تو دنیا میں ایک بیج بونے کے لئے آتا ہے۔ لوگوں کے سامنے ایک صراطِ مستقیم رکھ دیا جاتا ہے جس پر چل کر وہ اپنے مقصود کو حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ انسان اپنے پاک نمونہ اور اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ لوگوں کو صدق و وفا کے راستہ پر چلاتا اور ان میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے اور اس کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ سے یہ کام بارآور ہوتا ہے اور اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ تمکنت اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ اسی سنت اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ بھی قرآنِ پاک میں وعدہ فرمایا کہ:-

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا

(سورہ نور ع)

کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک اور ایمان کے مناسبِ حال اعمال بجا لاتے ہیں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور اس خلافت کے نظام کے ساتھ ان کے اس دین کو مضبوط کرے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور خوف و ہراس کے حالات کو تبدیل کر کے امن قائم کرے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ نیکوں کو خلیفہ بناتا ہے اور پھر ان خلفاء کے ذریعہ سے دین کو مضبوطی عطا کرتا اور خوف کے حالات کو بدل کر امن قائم کرتا ہے اور اس طرح نظامِ خلافت کی برکات کی طرف مومنوں کی توجہ مبذول کروا دی۔

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس امر کو صراحتاً بیان فرمایا:

مَا کَانَتِ النُّبُوَّۃُ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَۃٌ" (خصائص کبریٰ للسیوطی)

کہ کبھی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوئی جس کے بعد خلافت نہ ہوئی ہو۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خلافت نبوت کا ایک تتمہ ہے اور خلافت کا قیام نبوت کی اغراض و مقاصد کو ہی پورا اور مستحکم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور خلافت کے بغیر نبی کی جماعت ترقی نہیں کر سکتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو قرآن مجید اور ارشادات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوب سمجھنے والے تھے انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے معاً بعد "خلافتِ حقہ اسلامیہ" کے قیام پر اجماع کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور ساری قوم ایک ہاتھ پر از سرِ نو جمع ہو گئی اور مسلمانوں میں نظامِ خلافت جاری ہوا۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے جو دینی اور دنیوی ترقیات و فتوحات حاصل کیں۔ وہ اس نظامِ خلافت ہی کی برکت تھی۔ اور آج یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ تنزل و ادبار اور انتشار و افتراق خلافتِ حقہ سے محرومی و روگردانی کا نتیجہ ہے۔ کاش مسلمان بمطابق ارشادِ ربانی اور حدیث الرسول صلعم میں خلافت کے بارہ میں بیان فرمودہ روحانی نکتہ کو سمجھیں۔

(۲)

قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ کی پیشگوئیوں اور بشارات کے مطابق اس زمانہ میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور مسلمانوں کی ترقی و اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کو مسیح موعود اور مہدی معہود بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقاصد اور عظیم مشن کو نہایت کامیابی کے ساتھ پورا فرمایا مگر ساتھ ہی اپنی وفات کے بعد جماعت میں نظامِ خلافت کے جاری ہونے کی طرف بھی جماعت کی توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرمایا:-

(الف) جب کوئی رسول یا شارع وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹا دیتا ہے"

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

(ب) رسالہ "الوصیت" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سے سنت ہے کہ وہ ہر زمانہ میں دو قدرتیں دکھلایا کرتا ہے۔ ایک اپنا مامور بھیج کر۔ اور وہ مامور خدا تعالیٰ کی ایک مجسم قدرت ہوتا ہے۔ اور دوسری قدرت نبی کی وفات کے بعد ظاہر کرتا ہے جو خلافت کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کی مثال دے کر واضح کر دیا۔ حضورؑ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

(۱) "اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی (یعنی انبیاء کرام کی۔ ناقل امینی) سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔"

(۲) تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے ..... جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانے ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا" (الوصیت)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو قدرت اولیٰ کے مظہر تھے جب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے تو ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان میں حضور علیہ السلام کی تدفین سے قبل جماعت احمدیہ میں رسالہ الوصیت کے مطابق "قدرتِ ثانیہ" کے ظہور یعنی خلافت کا نہ صرف تب عمل میں آیا بلکہ قوم کا اس خلافت حقہ اسلامیہ پر اجماع بھی ہوا چنانچہ حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ متفقہ طور پر منتخب کیا گیا۔ اور اس وقت عمائدین و ممبران مجلس معتمدین کی طرف سے جو اعلانات شائع ہوئے ان میں اس امر کی صراحت کی گئی کہ:-

(الف) "کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نورالدین صاحب کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا"

(ب) "مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں، اس امر پر صدقِ دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب ... کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ و آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔"

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اس اعلان کے نیچے شیخ رحمت اللہ صاحب خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب مولوی غلام حسن صاحب پشاوری۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہم کے دستخط ثبت ہیں۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد سنت اللہ کے مطابق آپ کے سلسلہ میں بھی نظامِ خلافت جاری ہوا اور اس خلافتِ احمدیہ پر جماعت احمدیہ کا اجماع ہوا اور اس امر پر بھی کہ اس خلافتِ احمدیہ کے قیام کا ذکر رسالہ "الوصیت" میں ہے ...

اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کے مطابق سلسلہ احمدیہ میں یہ نظامِ خلافت جاری ہے

اور حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات (مارچ ۱۹۱۴ء) کے بعد اس منصب خلافت پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود کو فائز فرمایا اور نصف صدی سے زاید آپ مسند خلافت پر متمکن رہے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا انتظام فرمایا۔ اور خود بھی حسب بشارات زمین کے کناروں تک شہرت پائی اور جماعت کو بھی ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد باسعادت کے بعد نومبر ۱۹۶۵ء میں اللہ تعالیٰ نے اس منصب خلافت پر حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کو فائز فرمایا اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفۂ ثالث ہیں اور اب حضور کے عہد خلافت میں اشاعت اسلام کا فریضہ شاندار طریق پر اکناف عالم میں ادا کیا جارہا ہے۔ اور حضور کا عہد خلافت روحانی ترقیات و فتوحات کا دور ہے۔ الحمد للہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور انور کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور خلافت کی برکات سے ساری جماعت بلکہ ساری دنیا کو متمتع فرمائے اور ہمارے وہ بھائی جو اپنے خود ساختہ نظریات کی وجہ سے نظام خلافت سے برگشتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی نظام خلافت سے وابستہ ہونے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ کیونکہ نظام خلافت ہی سے اسلام کی حقیقی سربلندی وابستہ ہے اللّٰھم آمین۔

ایک ذوقی نکتہ

میں آخر میں ایک ذوقی نکتہ کی طرف احباب کرام کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جب سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے مطابق سلسلہ عالیہ احمدیہ میں "نظام خلافت" قائم ہوا ہے مسلمانوں کی خود ساختہ اور نام نہاد ترکی خلافت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعد مسلمانوں نے جب بھی اس نظام خلافت کے قیام کی کوشش کی اور کسی شخص کو "خلیفۃ المسلمین" بنانے کی کوشش کی تو ایک طرف ان کی یہ کوشش بوجہ انتشار و افتراق کامیاب نہ ہو سکی تو دوسری طرف مجوزہ خلیفہ ناکام و نامراد دنیا سے گزر گیا

پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق جو خلافت حقہ اسلامیہ جماعت احمدیہ میں قائم ہو چکی ہے وہی دینی اور دنیوی برکات کی حامل ہے اور مسلمان اگر موجودہ تنزل و ادبار سے نکلنا چاہتے ہیں تو پھر اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اس خلافت حقہ اسلامیہ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ کیونکہ اب بدأ الاسلام غریباً وسیعود غریباً کے فرمان نبوی صلعم کے مطابق خدا تعالیٰ کی رحمت و برکت کا حصول اسی خلافت احمدیہ سے تعلق پیدا کرنے سے ہوگا۔ اور کوئی خود ساختہ خلافت اسلام کی کشتی کو بھنور سے نہیں نکال سکتی۔ یہی تقدیر الٰہی ہے کاش! اہل اسلام آسمانی صداقتوں کو شناخت کرنے کی توفیق پائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

آئے بھی وہ گئے بھی وہ ختم فسانہ ہوگیا

رقم فرمودہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

کیا کیا نہیں یاد آرہا۔ داؤد احمد مرحوم پیدا ہونے والے تھے ۱۹۲۳ء کا ذکر ہے۔ میں حضرت اماں جان کے ہاں جاتے وقت رستہ میں بھائی جان صالحہ بیگم اہم داؤد مرحومہ کو ملنے ان کے مکان میں (بڑے ماموں جان رضی اللہ عنہ کی کوٹھی میں ان کا قیام تھا) ٹھہری۔ انہوں نے کہا میں نے خواب بوقت سحر دیکھا ہے کہ کسی شخص نے باہر سے پکار کر کہا "افسر لنگر خانہ آیا ہے" میں خوشی اور مبارکباد کی آواز معلوم ہوئی۔ میں نے کہا اس کی تعبیر یہی ہے کہ آپ کے ہاں لڑکا اس دفعہ تولد ہوگا اور لنگر مسیح موعود علیہ السلام کا کام کریگا۔ داؤد احمد مرحوم پیدا ہوئے سب خاندان کیلئے بہت خوشی کا دن تھا۔ وہ رخصت ہو گئے سب کے دل آج مع تمام جماعت ان کی جدائی سے مغموم ہیں۔

وہ خادم دین تھے اور ہر خدمت دل وجان سے بجالانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولادیں نیک خادم دین ہوں۔ ان کو بشارتیں پہنچتی رہیں۔

مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر صرف وہ درویشوں کی روٹی والا لنگر نہیں بلکہ آپ کا روحانی لنگر اس سے بہت بڑھ کر تا قیامت ہمیشہ وسیع تر ہو کر جاری رہے گا۔ آپ کے خلیفہ اور خلیفہ کی زیادت میں روحانی لنگر اور آپ کے روحانی خزائن کو تقسیم کرنے والے تقسیم کرتے رہیں گے اور تمام عالم نور ہدایت سے مستفید ہوتا رہے گا۔ اس روحانی لنگر کا بھی ایک خادم خاص ہمارا داؤد مرحوم تھا اور جسمانی لنگر کا بھی خدمت جلسہ سالانہ کی وجہ سے۔ خدمت درویشان میں بھی پیش پیش رہا ایک بہت مخلص اور مبارک وجود تھا جو ہم سے رخصت ہو کر اپنے مولا کے حضور میں سرخرو ہو کر حاضر ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جس دن تابوت اٹھا، گھرآکر تمام شب مجھے نیند نہیں آسکی۔ ہر بات اس کی یاد آتی رہی اور اس کے لئے دعائیں نکلتی رہیں۔ نیم خوابی میں بھی اور ہوشیار ہو کر بھی۔ داؤد احمد مرحوم بھولنے کی چیز نہیں۔ مگر اب اس کی خدمات کے عوض ہمارا فرض دعا ہے صرف دعا، اور یہی اس کی خدمت ہے جو اس کی اور ہر خادم دین مرحوم کی بجا لا سکتے ہیں۔ اسی حالت میں بغیر کسی غور و فکر کے دو شعر میری زبان پر یکے بعد دیگرے جاری ہوئے جو یہ ہیں ؎

۱۔ خوبیاں بھر دی تھیں مولیٰ نے دلِ داؤد میں
خادم محمود پہنچا خدمتِ محمود میں

۲۔ سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں آنکھ کھلے باغ جناں میں آمین

میری دعا رہتی ہے کہ ہماری سب کی اولادیں نسلیں تمام حقیقی مسلمان خادم دین بنیں۔ ہر فرد واقفِ زندگی نہیں بن سکتا تو بھی سب ہماری اولادیں نسلیں ہمیشہ تاقیامت جس لائن میں بھی جائیں مجسم تبلیغ بنیں

(باقی کالم نمبر ۲ پر)

اور سب کا نصب العین اور مقصد اولیں خدمتِ دین رہے۔ آمین یا ربّ کریم۔ مبارک جوڑے ملتے جائیں اور تاقیامت چراغوں سے چراغ جلتے جائیں۔ سب رخصت ہونے والوں کو بشارتیں پہنچتی رہیں اور وہ وہاں باغ باغ ہوں اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت میں۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں۔ آپ کے فرزند جلیل مسیح موعود علیہ السلام کے پاس

یہ میری دعا ہم سب یعنی اولاد، نسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام خدام دین اور تمام جماعت کی اولاد و نسلوں کے لئے دردِ دل سے نکلی ہوئی دعا رہتی ہے۔ خدا ہمیشہ مجھے بھی توفیقِ دعا بخشے اور قبولیتِ دعا کا شرف دے اور ؎

مغفرت بے حساب ہوجائے
مرحمت لاجواب ہوجائے

آمین ::

والسلام

مبارکہ

اسلام کا شاندار نظام — نظامِ خلافت

از جناب چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بی اے

قوموں کی تنظیم، انسانوں کے باہمی ربط معاملات، ایک دوسرے کے حقوق کی صحیح ادائیگی اور حفاظت۔ اور گھر آبادی، وطن اور دنیا کے امن کے قیام کے لئے نظام کی ضرورت ہے۔ نظام ایک ایسا ضابطہ ہے جو ہر ایک کے حقوق کے دائرں اور حدود کو متعین کرتا ہے اور بعض انسانوں کو دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے فرائض و اختیارات دیتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے کیونکہ

۱۔ معاملات صحیح طور پر طے نہ ہو سکیں گے معمولی اختلاف کو سلجھانا بھی مشکل ہو گا۔ کوئی ذمہ دار ہستی نہ ہو گی جس کی طرف اختلاف کو لوٹا کر اس سے فیصلہ لیا جا سکے۔

۲۔ ظلم و تعدی۔ دست درازی اور دوسروں کے حقوق پر غصب کے خلاف کوئی طاقت کوشش کرنے والی نہ ہو گی۔

۳۔ امن بالکل تباہ ہو جائے گا۔ جان مال عزت و آبرو کچھ بھی محفوظ نہ ہو گا۔

۴۔ جو ضروریات اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً سڑکیں۔ ذرائع آمد و رفت۔ اور بیرونی دشمن کے مقابلہ میں حفاظت وغیرہ ان کا انتظام کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔

الغرض نظام کے بغیر انسانی زندگی کا امن بالکل تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور بالخصوص اجتماعی زندگی کا کوئی سامان نہیں رہتا۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے بنایا ہی ایسی زندگی کے لئے ہے جو دوسرے انسانوں سے مل کر باہم فائدہ و مدد سے بسر ہو۔ پس یہ مقصد نظام کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا نظام ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر گزارہ ہی نہیں۔

دنیا میں مختلف نظام کام کر رہے ہیں بعض مذہبی ہیں۔ بعض مذہب اور دنیا کا امتزاج ہیں اور بعض خالصاً دنیوی ہیں۔ اسلام کا نظام اس لحاظ سے سب پر فائق ہے کہ اسلامی نظام ہر انسان کو اس کا پورا اور واجبی حق دینے کا انتظام کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور اس کی مذہبی، روحانی، اخلاقی، [illegible] کی تربیت کا بھی انتظام کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کے امن کا محافظ ہوتا ہے۔

پس اسلامی نظام دنیا کے جملہ نظاموں پر ہر لحاظ سے کامل فوقیت رکھتا ہے۔

اسلامی نظام کا نقشہ

اسلامی نظام خدا تعالیٰ کی ذات جامع جمیع کمالات سے شروع ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ

اسلامی نظام کا مرجع اور منبع وہی اعلیٰ ترین ہستی ہے۔ اسلام اس بات کا قائل ہے کہ خدا تعالیٰ [illegible] ہر قوم میں اپنے مرسلین کے ذریعہ سے دنیا کی ہدایت کا سامان نازل کرتا رہتا ہے اور عقل کی ناقص ہے نہیں بلکہ الہام کی روشنی سے دلوں کو اطمینان اور باہمی تعلقات میں ہدایت بخشتا ہے۔ پس سب سے پہلے اسلامی نظام کی فضیلت کی دلیل یہ ہے کہ یہ انسانی ناقص عقل کا کوتاہ تخیل نہیں بلکہ اس علیم و خبیر ہستی کا نازل کردہ ہے۔

خدا تعالیٰ کے بعد انسانوں میں اسلامی نظام کی اعلیٰ ترین کڑی انبیاء ہیں۔ انبیاء کے ارشادات اور نافذ کردہ قوانین کی بنیاد چونکہ الہام الٰہی پر ہوتی ہے اس لئے وہ ضرورت زمانہ کے عین مطابق اور لوگوں کے حالات کیلئے صحیح طور پر مناسب ہوتے ہیں۔ انبیاء کے بعد ان کے قائمقام خلفاء کا زمانہ آتا ہے۔ یہ خلفاء انبیاء کے قوانین اور ان کے مقرر کردہ ضوابط کے حامل اور انہی کو چلانے والے ہوتے ہیں ان خلفاء کو مومنوں کی جماعت استحقاق کے لحاظ سے منتخب کرتی ہے اور چونکہ یہ لوگ نبی کے تربیت یافتہ اور اس کے خدا داد مشن کو سمجھنے والے اور اس کے چلانے کی اہلیت رکھنے والے ہوتے ہیں اس لئے گو وہ خدا تعالیٰ کی وحی کے ساتھ کھڑے نہیں ہوتے مگر خدا تعالیٰ اپنی تقدیر خاص کے ماتحت ایسا تصرف فرماتا ہے کہ مومنوں کے قلوب خود بخود خلافت کے اہل شخص کی طرف پھر جاتے ہیں۔ اس لئے گویا اسلامی نظام کا نبی کے بعد حاکم اعلیٰ یعنی خلیفہ بھی گویا خدا ہی بناتا ہے۔ کیونکہ باوجود ظاہری انتخاب کے دراصل ہر سچے خلیفہ کے انتخاب میں خدا کا مخفی ہاتھ کام کرتا ہے۔ یہی وجہ یہ انتخاب بھی سارے عمر کے لئے ہوتا ہے پھر کسی انسان کا حق نہیں رہتا کہ وہ خدائی انتخاب میں دخل دے کر خلیفہ کے عزل کے متعلق کوشش کرے۔ ادھر خلیفہ کا بھی فرض مقرر کرتا ہے کہ وہ ساری عمر ملک کی بہتری کے لئے صرف کرے۔ بیت المال کا اپنے ملک کی ضروریات کے لئے صحیح استعمال اس کا فرض ہے۔ اس کا گزارہ بھی مجلس شوریٰ مقرر کرتی ہے نہ کہ از خود۔ خلیفہ کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ ایک مجلس شوریٰ کے ذریعہ سے ملک کی عام رائے دریافت کرتا رہے اور جب ضرورت ہو عام اعلان کر کے تمام افراد کی رائے حاصل کرے تاکہ اگر کسی وقت ملک کے نمایندوں اور ملک کی عام رائے میں مخالفت ہو جائے تو اسے ملک کی عام رائے کا علم ہو سکے۔ خلیفہ عام حالات میں کثرت رائے کا احترام کرتا ہے لیکن چونکہ اس کا منصب اور مقام ایسا ہے کہ وہ ہر قسم کی سیاسی جنبہ داری سے پاک ہوتا ہے اسے کوئی ذاتی فائدہ مدنظر نہیں اور وہ اپنی رائے کے لحاظ سے بے تعصب ہے اور اسے خدا تعالیٰ کی خاص نصرت حاصل ہے اس لئے اس کو اہم اور خاص ضرورتوں کے موقع پر شوریٰ کے فیصلوں کو مسترد کرنے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اسلامی خلیفہ خود مختار بھی ہے کہ وہ شوریٰ کے فیصلوں کو مسترد کر سکتا ہے مگر وہ پابند بھی ہے کیونکہ اسلام کے مقرر کردہ نظام کو بدلنے کا اسے اختیار نہیں وہ منتخب ہے کہ لوگوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ اس کا انتخاب کرتا ہے مگر وہ نیابتی حیثیت بھی رکھتا ہے کیونکہ الٰہی شریعت نے اس کے لئے یہ طریق کار تجویز کیا ہے کہ سوائے کسی غیر معمولی ضرورت کے اہم امور میں کثرت رائے کے خلاف نہ جائے۔ اس کو اپنی ذات کے لئے بیت المال پر تصرف حاصل نہیں۔ اس کو عمر بھر اس کے عہدہ سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی خاص نصرت کا پابند ہوتا ہے۔ اسلامی خلیفہ کا عہدہ موروثی نہیں

خلیفہ کے بعد جو دوسرے درجہ کے حکام ہیں ان کے طریق انتخاب کے متعلق اسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی تاکہ حالات کے موافق و مطابق ان کا تقرر ہو۔ پس اسلامی طریق حکومت دوسرے تمام طریقوں سے اعلیٰ اور فائق ہے کیونکہ

(۱) بہترین طریق نیابتی حکومت پر مشتمل ہے

(۲) پارٹی بازی جو آجکل کی حکومتوں کی لعنت اور مغربی تہذیب کی لائی ہوئی چیز ہے اس سے مبرا ہے۔

(۳) مذہبی۔ اخلاقی تمدنی اور علمی ترقی اور اصلاح عام پر حاوی ہے کسی حکم کو نظر انداز نہیں کرتی۔

(۴) اسلام حکومت کو امانت سمجھتا ہے اور امانت کے حقوق کی صحیح ادائیگی کی طرف رعایا اور راعی دونوں کو توجہ دلاتا ہے۔

(۵) اسلامی حکومت ورثہ میں نہیں آتی۔ کوئی شخص محض بیٹا ہونے کے سبب سے لوگوں کی گردنوں پر حکومت کا جوا نہیں رکھ سکتا۔

نظامِ خلافت ضروری ہے

انبیاء کی وفات کے بعد نظام خلافت کا قیام ضروری ہے مختصراً اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:۔

(۱) انبیاء دنیا میں روحانی اور اخلاقی لحاظ سے ایک انقلاب برپا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ مگر ان کی زندگی میں اس اعلیٰ مقصد کی تخم ریزی ہوتی ہے نہ کہ تکمیل۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نبی کے قائمقاموں کا آنا ضروری ہے۔

(۲) نبی کے بعد مومنوں میں وحدت کا قیام ضروری ہے۔ کیونکہ انبیاء کی آمد کا بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ پراگندگی و انتشار جو ان کی آمد سے قبل موجود تھا اس کو دور کریں۔ پس خلیفہ کا کام بھی وحدت کا قیام اور قومی تنظیم اور شیرازہ کا قیام ہوتا ہے جس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

(۳) نبی کی وفات پر اس عظیم الشان وجود کے فقدان کی وجہ سے لوگوں میں ایک زلزلہ سا آ جاتا ہے۔ پس جماعت کو ابتلاء سے بچانے اور خطرات کی آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے خلیفہ کا وجود ضروری ہے تاکہ آئندہ الآخرہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا کے ماتحت امن میں تبدیل ہو جائے

(۴) خدا تعالیٰ کے فضل کے جذب کے لئے بھی خلافت کا وجود ضروری ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

(۵) دشمنوں پر غلبہ پانے کے لئے بھی خلافت ضروری ہے کیونکہ الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ یعنی امام ایک ڈھال ہوتا ہے اور مومن اس کے پیچھے سے لڑائی کرتا ہے۔

۶۔ جماعت کی تربیت اور نگرانی کا [illegible] خلفاء کے سپرد ہے جس کا نبی کے بعد جاری رہنا از بس ضروری ہے

(۷) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ إِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ (کنز العمال جلد ۶ ص[illegible]) کہ کبھی بھی کوئی شخص نبوت کا منصب پا کر [illegible] مگر اس کے بعد خلافت قائم ہو گی۔ پس نبوت کے بعد خلافت کا وجود ضروری ہے۔

خلیفے خدا بناتا ہے

(۱) یہ صحیح ہے کہ بظاہر خلیفہ کا تقرر لوگوں کے انتخاب سے ہوتا ہے۔ مگر اس میں خدا تعالیٰ کا مخفی ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے اور یہی مشیت کو پورا کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ کیا تو محض اس وجہ سے یہ ارادہ منسوخ فرما دیا کہ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ (بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف) کہ میں نے اس لئے ارادہ ترک کر دیا کہ مومنوں کی جماعت ابوبکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوگی۔ اور نہ ہی خدا کسی اور شخص کی خلافت کو قائم ہونے دیگا۔

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

اِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُقَمِّصَكَ قَمِيصًا فَإِنْ أَرَادُوْكَ عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ (ترمذی) کہ خدا تمہیں ایک قمیص پہنائے گا اور لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم اسے نہ اتارنا۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ خود خلافت کی قمیص پہناتا ہے۔

(۳) آیت استخلاف سے بھی واضح ہے کہ خدا تعالیٰ خلفاء کو خود مقرر کرتا ہے۔

خلیفہ نبی کا قائمقام ہے

خلیفہ چونکہ نبی کے جاری کردہ سلسلہ کو چلانے اور اس کے احکام و اوامر کی تعمیل کروانے اور اس کی پیدا کردہ جماعت کی حفاظت و نگرانی کا فرض ادا کرتا ہے اس لئے وہ نبی کا قائمقام ہوتا ہے نبی دنیا میں انصاف کے قیام کے لئے آتا ہے جیسا کہ فرمایا يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ (ص ع) ۔ یعنی اے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا ہے پس تو لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر۔ پس انبیاء کے قائمقام ہونے کے لحاظ سے خلیفہ کا کام عدل کا قیام بھی ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ انبیاء کے کام کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرماتا ہے:۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ یعنی وہ

۱۔ تبلیغ حق اور دعوت الی الخیر کرتا ہے

۲۔ وہ شریعت سکھاتا ہے اور شریعت کا عامل بناتا ہے۔

۳۔ وہ حکمت سکھاتا ہے اور ایمان کی حقیقت و حکمت سے باخبر کرتا ہے

۴۔ اور ہر قسم کی پاکیزگی کے پیدا کرنے میں کوشاں ہوتا ہے۔

پس انبیاء کی قائمقامی میں خلیفہ کیلئے بھی یہی فرائض ہوتے ہیں

خلیفہ عمر بھر کے لئے ہوتا ہے

(۱) اسلام میں خلافت کا تصور پیش کرتا ہے یعنی یہ کہ خلیفہ کا انتخاب ۔ دراصل خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص کے ماتحت اور اس کی مشیت و ارادہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے عقلاً ضروری ہے کہ وہ ایسا خلیفہ ہو جس کو معزول نہ کیا جا سکے ورنہ خدائی انتخاب کی اس سے بڑھ کر ہتک اور کیا ہو سکتی ہے۔

۲۔ اسلامی خلیفہ کا تعلق لوگوں سے روحانی اور قلبی ہوتا ہے نہ محض قانونی تعلق۔ پس اس قسم کے تعلق کو میعادی قرار دینا یا ایسے میعادی تعلق کو جائز رکھنا مذہب کی روح کے بالکل منافی ہے ۔ اور مذہب میں ایسی ناجائز آزادی کا دروازہ کھولنا ہے جس کا آخری نتیجہ سوائے لامذہبیت اور بے دینی کے اور کچھ نہیں۔

۳۔ حضرت عثمانؓ باغیوں کے مطالبۂ دستبرداری از خلافت کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

مَا كُنْتُ لِأَخْلَعَ سِرْبَالًا سَرْبَلَنِيْهِ اللّٰهُ تَكُوْنُ سُنَّةً مِنْ بَعْدِيْ كُلَّمَا كَرِهَ الْقَوْمُ إِمَامَهُمْ خَلَعُوْهُ

میں ہرگز اس کرتہ کو نہیں اتار سکتا جو خدا تعالیٰ نے پہنایا ہے کیونکہ اگر میں ایسا کروں تو ایک بری رسم قائم ہو جائے گی کہ جب کبھی لوگ اپنے امام سے ناراض ہوں گے تو اس کی معزولی کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔

(۴) حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی اس لئے تم میں سے مجھے کوئی معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر خدا نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دے گا" (بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

پھر فرمایا:۔

مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے میں معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے" بدر ۱۱؍ جولائی ۱۹۱۲ء)

ایک وقت میں صرف ایک خلیفہ ہو سکتا ہے

حدیث شریف میں ہے کہ إِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخِرَ مِنْهُمَا کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو دوسرے کا بائیکاٹ کرو۔

پس حدیث اور عقل انسانی واضح طور پر بتا رہی ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ ہو سکتا ہے

خلیفہ اور مشورہ

خدا تعالیٰ نے اصولی حیثیت سے ان لوگوں کے لئے جو مشورہ سے امیر منتخب ہوں ہدایت کی ہے کہ وہ لوگوں سے مشورہ کر لیا کریں فرمایا

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوریٰ ع) ۔ یعنی مومنوں کا کام یہ ہے کہ وہ خدا کی پوری فرمانبرداری کریں اور اس کی عبادت پر قائم رہیں ۔ اور حکومت کے امور باہم مشورہ سے طے کیا کریں۔

۲۔ یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران ع)

یعنی اے نبی حکومت کے معاملات میں لوگوں سے مشورہ لے لیا کرو۔ مگر مشورہ کے بعد جب تم کوئی رائے قائم کر لو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو قرآنی محاورہ کے مطابق یہ آیت صرف آپؐ کے لئے نہیں بلکہ تمام اسلامی خلفاء اور متبعین کے لئے ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے استثنائی حالات میں امیر کو کثرت رائے کے رد کر دینے کا بھی اختیار دیا ہے

۳۔ حضرت عمر فرماتے ہیں:۔

لَا خِلَافَةَ إِلَّا بِالْمَشُوْرَةِ

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء)

یعنی کوئی اسلامی حکومت شوریٰ کے انتظام کے بغیر جائز تسلیم نہیں کی جا سکتی

خلیفہ کس کے سامنے ذمہ دار ہے

جب لوگ خلیفہ کا انتخاب کر لیتے ہیں اور اپنی رائے دے لیتے ہیں پھر فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کے ماتحت وہ اس مشورہ پر عمل کے لحاظ سے خدا کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے نہ کہ لوگوں کے سامنے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے باوجود جلیل القدر صحابہ کے مخالف مشورہ کے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو شام کی طرف بھجوا کر خلافت راشدہ کے بالکل ابتدائی ابتدائی زمانہ میں اس کا بہترین نمونہ قائم کیا ہے

خلیفہ کی اطاعت

اسلامی احکام سے یہ بھی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں کے گروہ کے لئے خلیفہ کی اطاعت ضروری ہے اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے

۱۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (نساء ع)

کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو ۔ اور ان کی جو تم میں صاحب حکومت ہوں ۔

۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۔ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ

(مشکوٰۃ باب الامارت)

یعنی جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی ۔ اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے اس نے میری اطاعت کی ۔ اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے اس نے میری نافرمانی کی۔

۳۔ ایک اور حدیث میں ہے

عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ

یعنی تجھ پر فرض ہے کہ تو امیر کے حکم پر کان دھرے اور اس کی فرمانبرداری کرے۔ خواہ تو تنگی کی حالت میں ہو یا فراخی کی حالت میں۔ وہ حکم تجھے ناپسند ہو یا تجھ پر بوجھل ہو۔

۴۔ خلیفہ کی اطاعت پر اسلام اس حد تک زور دیتا ہے کہ اگر بادی النظر میں اس کے احکام سے کسی کے جائز حقوق سلب بھی ہوتے نظر آتے ہوں تو بھی کامل اطاعت واجب ہے، چنانچہ ایک شخص کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنے پر کہ اگر امیر ہمارے حقوق چھینے تو ہم پر اس کی اطاعت واجب ہے یا نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا:۔

اِسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ

تم ان کی باتوں کو سنو اور قبول کرو۔ وہ اپنے کاموں کے ذمہ دار ہیں اور تم اپنے کاموں کے۔

نافرمانِ خلافت کے متعلق اسلامی نظریہ

۱۔ قرآن کریم آیت استخلاف میں منکر احکام خلافت کے متعلق فاسق کا فتویٰ دیتا ہے

۲۔ حدیث میں ہے

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً

جو شخص امیر کی اطاعت سے خروج کرتا ہے اور جماعت کے اتحاد سے الگ ہوتا ہے وہ اگر اسی حالت میں مر جائے تو اس کی موت غیر اسلامی موت ہوگی (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

۳۔ اسی طرح فرمایا:۔

مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

اس حدیث میں طاعت سے نکلنے والے کی موت کو جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے

منکر احکامِ خلافت کے متعلق عملی حکم

اسلام نے خلافت کی سرکشی کرنے والے کے متعلق محض لفظی فتوے نہیں دیا بلکہ اس لئے کہ اس کی سرکشی بہت بڑے فتنے کا باعث ہو سکتی ہے عملی کارروائی کا بھی حکم دیا ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

اِسلامی خلافت کا تصوّر اور اس کا عملی ثبوت

ازمکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

(۱)

خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغت میں اس کے معنی یہ ہیں الخلیفۃ من یقوم مقام الذاھب

خلافت کی اقسام خلافت کی دو اقسام ہیں (۱) خلافتِ الٰہیہ۔ یعنی نبوت (۲) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جو نبوت کا تتمہ اور تکملہ ہوتی ہے۔ اول الذکر خلافت کے ضمن میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات پیش ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً"۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا "یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ"۔

مؤخر الذکر خلافت کا استدلال مندرجہ ذیل آیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم.... الآیۃ (سورۃ النور آیت ۵۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ دراصل اس آیت کریمہ میں ہر دو خلافتوں کا یعنی خلافتِ الٰہیہ اور خلافتِ نبویہ کا بصراحت ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں امتِ محمدیہ کو وعدہ دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی امتوں میں خلافت کا سلسلہ چلتا رہا ہے بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ تم میں خلافت کو جاری فرمائے گا۔ اور ظاہر ہے موسوی سلسلہ میں ہر دو قسم کی خلافتوں کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد یوشع خلیفہ ہوئے جو خلافت علیٰ منہاج النبوت کے طریق پر خلیفہ تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی موسوی سلسلہ کے ایک خلیفہ تھے۔ لیکن نبوت کے مقام پر فائز تھے۔ غرضیکہ کما کا لفظ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امتِ محمدیہ میں بھی ہر دو قسم کی خلافتوں کا سلسلہ جاری ہو۔

اس وقت مؤخر الذکر خلافت یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوت کے متعلق اسلامی نظریہ اور اس خلافت کا عملی ثبوت ہدیۂ قارئین ہے۔

(۲)

ضرورتِ خلافت عقل اور شریعت دونوں ہی اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ قوم کے نظم و ضبط کے لئے ایک حاکم بااختیار ہو۔ اور ملت کی پیشوائی کے لئے ایک ایسا اعلیٰ نمونہ ہو جس کی طاقت کا سرچشمہ امت ہی کی طاقت ہو۔ مطلب یہ کہ شریعتِ اسلامیہ، وحدتِ قوم و ملت اور اس کی دینی و دنیوی ترقیات اور شرعی احکام کے نفاذ کے لئے ایک ایسے راہنما کا تقاضہ کرتی ہے جو نبی کا ظل اور اس کے اوصاف سے اس طرح متصف ہو کہ اس کے حقِ جانشینی کو ادا کرتے ہوئے اُس بیج کی جو نبی اور مامورِ وقت کے ذریعہ بویا گیا تھا آبیاری کر کے اس کو سایہ دار درخت بنا دے۔

طریقِ انتخابِ خلافت خلافت کا منصب کسی بھی صورت میں ورثہ میں نہیں آسکتا بلکہ یہ ایک مقدس امانت ہے۔ جو مومنوں کے انتخاب کے ذریعہ جماعت کے قابل ترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے۔ چنانچہ تمام مسلمان یا مسلمانوں کے نمائندے جنہیں اہل حل و عقد کہا جاتا ہے یا وہ گروہ جس کے سپرد مسلمان اپنے قومی مسائل کر دیں۔ خلیفہ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اس طریق پر نظر کر کے خیال گذرتا ہے کہ یہ تو عین جمہوری نظام ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ

اسلامی نظامِ خلافت کا تصوّر اسلامی نظامِ خلافت کا تصور جمہوری نظام اور ڈکٹیٹرشپ کے بین بین ہے۔ جمہوری نظام اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ بظاہر انسانوں کی رائے سے خلیفہ کا انتخاب ہوتا ہے لیکن درپردہ اس انتخاب میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور دراصل خدا تعالیٰ ہی خلیفہ بناتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا لیستخلفنّھم فی الارض یعنی انہیں خدا تعالیٰ ہی زمین میں خلیفے بناتا ہے۔ چنانچہ بجز موت کے اور کوئی طاقت اسلامی خلفاء سے خلافت کی چادر نہیں چھین سکتی۔ جبکہ جمہوری نظام میں ہم دیکھتے ہیں کہ صدر کا انتخاب میعادی ہوتا ہے۔ اور عوام جہاں انہیں کرسی پر بٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں وہاں کرسی سے اُتار بھی سکتے ہیں۔ دوسری طرف خلافتِ اسلامیہ کو ڈکٹیٹرشپ کے نظام سے بھی تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ ایک تو یہ کہ خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے دوسرے اس کے متبعین اس کی اطاعت اور امامت اور حکومت کا جوا طوعی طور پر اپنی گردنوں پر رکھتے ہیں نہ کہ جبری طور پر۔ اللہ تعالیٰ نے وامرھم شوریٰ بینھم کے تحت خلیفہ کو مجلس شوریٰ کے قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ وہ قوم سے مشورہ لے سکے۔ لیکن ان کے مشوروں پر عمل کرنے کا قطعی طور پر پابند نہیں بلکہ اُسے اجازت دی گئی ہے کہ فاذا عزمت فتوکّل علی اللّٰہ۔ مومنوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جب مشورہ کے لئے بلایا جائے تو حاضر ہوں۔ اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اپنے مشورے پیش کریں۔ اگر ان کا مشورہ قبول کر لیا گیا تو زہے نصیب ورنہ سمعاً وطاعۃً میں ہی ان کی بھلائی ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے کسی مشورہ پر خلیفۂ وقت کو شرح صدر نہ ہو اور اس کے قبول کرنے اور اس کے مطابق عملدرآمد کرنے میں اس کی فراست جو تمام موجود الوقت افراد سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے کوئی قباحت محسوس کرے تو اُن کے مشورہ کو رد کر سکتا ہے۔ اور یہیں پر آ کر یہ نظام جمہوری نظام کی قیود سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ورنہ خلیفہ قوم کے ہر قسم کے مشوروں پر عمل کرنے کا پابند ہو جائے تو وہ حاکم بااختیار نہیں رہ سکتا۔

(۳)

خلیفہ کا مقام اور اس کے فرائض

خلیفہ کا وجود چونکہ نبی اور مامورِ وقت کا قائمقام اور جانشین ہوتا ہے اس لئے علم و فضل میں۔ فراست میں۔ اخلاقِ فاضلہ میں اور روحانیت غرض کہ ہر چیز میں امت کے تمام افراد پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور اسلئے اپنے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے نہایت نمایاں حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ اور امت کے تمام افراد پر اس کے ہر حکم کی اطاعت اور ہر فعل کی تقلید لازم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ روحانی پیشوا اور ایک اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے۔

چونکہ خلافت نبوت کا تتمہ اور تکملہ ہوتی ہے اور علتِ غائی اس کی یہ ہے کہ نبی کے جاری کردہ مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اس لئے خلیفہ کے ذمہ وہی کام ہوتے ہیں جو نبی کے ہوتے ہیں۔ یعنی تلاوتِ آیات۔ تعلیم کتاب، حکمت اور تزکیۂ نفوس۔ اس کے ساتھ ساتھ دین کی تمکنت کے سامان کرنا اور بیرونی حملوں کا دفاع اور اندرونی خرابیوں اور بدانتظامیوں کی اصلاح۔ اور مومنوں کے خوف کو امن سے تبدیل کرنا اور قوم کے اندر وحدت اور اجتماعیت کو برقرار رکھنا اس کے اہم کاموں میں شامل ہیں۔

چنانچہ ایک شخص جس کو خدا تعالیٰ اپنی قدرتِ ثانیہ کے ظاہر کرنے کے نتیجہ میں اٹھاتا اور مسندِ خلافت پر بٹھاتا ہے تو قوم اس طرح مطمئن ہو جاتی ہے جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں آرام پاتا ہے۔ یا ایک لڑائی کے میدان میں گھرا شخص کسی مضبوط ڈھال کے آسرے میں آجاتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الامام جُنّۃٌ یُقاتَل من ورائہ" خوف کی حالت میں بھی قوم آرام کی نیند سوتی ہے جبکہ خلیفہ جاگ جاگ کر شہر کے ہر دروازہ پر نگہبانی کرتا ہے۔ کسی کو بھوک لگتی ہے تو خلیفۂ وقت سے فریاد کرتا ہے کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ بھی خلیفۂ وقت سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔ کوئی پریشانی یا مصیبت نازل ہوتی ہے تو خلیفۂ وقت کا در کھٹکھٹاتا ہے۔ غرض کہ قوم کے افراد کے دلوں کی دھڑکنیں خلیفۂ وقت کے دل میں سنی جا سکتی ہیں۔ وہ ایک ایسا قالب ہوتا ہے جس میں قوم کے تمام افراد کی جانیں ہوتی ہیں۔ یہ ہے اسلامی خلافت کا تصور! شخصی خلافت کا تصور!! جس کا تقدس، جس کے اعلیٰ اخلاق، جس کی اعلیٰ رہنمائی اور اس کے دل میں قوم کے لئے درد اور محبت اور شفقت کا بے پناہ جذبہ جو قوم کے ہر فرد کے دل کو اس کی طرف ایسا کھینچتا ہے کہ جب وہ دربارِ خلافت میں حاضر ہوتا ہے تو فرطِ محبت کہئے یا تقدس کا رعب، اُس سے آنکھیں چار نہیں کر سکتا۔ لیکن بے اختیار اس کے دستِ مبارک کو چومتا ہے، اس کے انگ انگ سے اپنے آپ کو مس کرتا ہے۔ تاکہ اس مجسم برکت سے تبرک حاصل کر سکے۔ معترض کہتا ہے کہ یہ شخصی پرستش ہے حالانکہ یہ تو خدا کے محبوب کا محبوب ہے اور ؏

حبیبٌ الیٰ قلبی حبیبُ حبیبی

کہ میرے محبوب کا محبوب بھی مجھے بیحد محبوب ہے حجرِ اسود کو بوسہ دینا جائز ہے تو یہ تو پھر بھی انسان ہے فتدبر۔

(۴)

اسلامی خلافت کا عملی ثبوت جس دن آسمانِ روحانیت کا آفتاب غروب ہوا۔ اور شام سیاہ لباس پہنے ماتم کرنے لگی اور ہر طرف ایک خموشی اور اداسی کا سا عالم طاری تھا، افسردہ دلوں سے آہیں بلند ہونے لگیں۔ اور چشم ہائے غمگیں آنسو بہانے لگیں تب حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ درد بھرا شعر کہا تھا ؎

کنتَ السواد لناظری فعمی علیک الناظرُ
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنتُ اُحاذرُ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر شخص نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر تلوار سونت لی کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت صلعم فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور اس طرح تمام صحابہ مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو

رہے تھے اور کئی بادیہ نشین اور کمزور ایمان والے مرتد ہونے کی سوچ رہے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر جو اندیشہ لاحق تھا وہ یہ کہ تسبیح کے یہ دانے دھاگے کے ٹوٹ جانے سے اب ضرور ہی منتشر ہوجائیں گے۔ میر کارواں کی عدم موجودگی میں اس قافلہ کا سفر اب یقینی طور پر رُک جائے گا۔ اور گاڑی کے یہ ڈبے بغیر انجن کے کیونکر اور کس طرح اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے۔ غرضکہ صحابہ پر ایک طرف آنحضرت صلعم کی وفات کا صدمہ ٹوٹ پڑا تھا، دوسری طرف امت کا شیرازہ بکھرتا نظر آرہا تھا۔ اور اس غم پر غم کے نتیجہ میں وہ بے جان جسموں کی طرح ہو رہے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل کے ہاتھوں سے انہیں سنبھال لیا۔ اور ان کے غمگین دلوں کی تسکین کے سامان کئے اور ان کے شیرازہ کو مجتمع رکھنے اور ان کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے اپنے وعدہ کے مطابق اپنی قدرتِ ثانیہ کو ظاہر فرمایا۔ جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع کے رنگ میں اور حضرت مسیح ناصریؑ کے بعد پطرس کے رنگ میں ظاہر ہوئی تھی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو تمام صحابہ سے علم و فضل، تقویٰ و روحانیت میں بڑھے ہوئے تھے مسندِ خلافت پر متمکن فرمایا۔ آپؓ کا مسندِ خلافت پر متمکن ہونا تھا کہ بے قرار دلوں کو آرام آگیا منتشر ہونے والا شیرازہ مجتمع ہوگیا۔ بغاوت پر آمادہ جو سر بلند ہو رہے تھے وہ نگوں ہوگئے اور خدا کی قدرت دیکھئے کہ حضرت ابوبکرؓ جیسا رقیق القلب انسان انتظامی اُمور میں ایسا سخت ہوگیا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت و لعل کرنے والوں کو فرمایا، یاد رکھو! آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اگر کوئی اونٹ باندھنے کی رسّی دیا کرتا تھا اس کے دینے سے بھی اب انکار کرے گا تو اس کے خلاف میں جہاد کرونگا۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد عمر فاروقؓ۔ اور عثمان غنیؓ اور علی کرم اللہ وجہہٗ یکے بعد دیگرے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے رہے۔ اور ان خلفاء کرام کے عہد باسعادت میں اسلام روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ اور ہر میدان میں مسلمان چھا گئے اور اپنے علوم و فنون، تقویٰ و رُوحانیت سے ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

⑤

مسلمانوں کا تنزل اور خلافتِ راشدہ کا التواء اور دوبارہ شروع ہونیکا ذکر

جب مسلمان مومن نہ رہے اور اعمالِ صالحہ سے ہاتھ دھو بیٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ان میں زوال آنا شروع ہوگیا تو تیس سال کے بعد خلافتِ راشدہ کا زمانہ ختم ہوگیا اور مسلمان اس عظیم نعمت سے محروم ہوگئے۔ اور اس کے بعد ظالم بادشاہوں کا دَور دَورہ ہوگیا۔ جیسا کہ قبل از وقت مخبر صادق صلعم نے آئندہ ہونے والے واقعات کا اس طرح پر ذکر فرمایا تھا کہ:۔

"تكون النبوة فيكم ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالىٰ ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالىٰ ثم تكون ملكًا عاضًا فتكون ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالىٰ ثم تكون ملكًا جبرية فتكون ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالىٰ ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ثم سكت۔"

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۴)

مذکورہ حدیث میں آنحضرت صلعم نے نہایت وضاحت کے ساتھ ایک اور ایک دو، دو اور دو چار کی طرح اس امر کو بیان فرمایا کہ میرے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اور جب تک خدا تعالیٰ چاہے گا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد ظالم بادشاہوں کا دَور آئے گا۔ جب یہ دَور بھی گذر جائے گا تو جبری حکومت کا زمانہ آجائیگا اور جب تک خدا تعالےٰ کی مرضی ہوگی یہ دَور چلتا رہے گا۔ جب یہ زمانہ بھی گذر جائے گا تو پھر سے خلافت علیٰ منہاج نبوت کا سلسلہ شروع ہوجائے گا اور یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک چلتا چلا جائیگا۔ کیونکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کسی اور نظام کی خبر نہیں دی بلکہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کے دوبارہ شروع ہونے کی بشارت سُنا کر آپ چپ ہوگئے۔ کیونکہ مسلمانوں سے یہ نعمت خلافت مستقل طور پر نہیں چھین لی گئی تھی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس عظیم نعمت کو اس شرط کے ساتھ مشروط رکھا تھا کہ جب تک مسلمان مومن رہیں گے اور اعمالِ صالحہ پر کاربند رہیں گے یہ نعمت ان میں جاری رہے گی۔ لیکن جب یہ شرط مفقود ہوجائے گی تب یہ نعمت بھی ان سے چھین لی جائے گی۔ تاوقتیکہ دوبارہ وہ شرط اپنے اندر نہ پیدا کرلیں۔ ورنہ صرف تیس سال تک خلافت کے انعام سے نوازنے کے بعد قیامت تک مسلمانوں کو اس انعام سے محروم کر دینا اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے منافی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "شہادۃ القرآن" میں فرماتے ہیں:۔

"بعض صاحب آیت وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم کی عمومیت سے انکار کرکے کہتے ہیں کہ منکم سے صحابہ ہی مراد ہیں۔ اور خلافتِ راشدہ انہی کے زمانہ تک ختم ہوگئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب و خیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دَور تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اسلام ایک لازوال نحوست میں پڑ گیا (نعوذ باللہ)۔" (ص۳۴)

پھر آگے فرماتے ہیں:۔

"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا۔ تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔ پس جو شخص خلافت کو تیسؔ برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علتِ غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالےٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہ تھا کہ رسولِ کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں رکھنا ضروری ہے پھر اس کے بعد دنیا تباہ ہوجائے تو کچھ پرواہ نہیں۔"

پس یہ ایک نہایت ہی مضر اور فاسدانہ خیال ہے کہ نعمتِ خلافت کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف تیس سال کے لئے دیا۔ اور پھر قیامت تک کے لئے محروم کر دیا۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ ثم تكون خلافة على منهاج النبوة یعنی پھر دوبارہ نبوّت کے بعد خلافت کے سلسلہ کو اللہ تعالےٰ جاری فرمائے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں امتی نبی بنا کر مبعوث فرمایا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے بھی آنے والے مسیح کو صاف طور پر نبی اللہ کا خطاب عطا فرمایا (مشکوٰۃ) اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متعلق حلفیہ یہ اعلان فرمایا:۔

"مَیں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

پس جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت ہے تو ضروری ہے کہ جس طرح آنحضرت آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے شخصی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تھا اسی طرح آپ کے ارشاد کے مطابق کہ ثم تكون خلافة على منهاج النبوة آپؐ کی بعثتِ ثانیہ کے بعد بھی شخصی خلافت کا سلسلہ شروع ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو اپنی وفات کی المناک خبر دیتے ہوئے یہ مژدہ بھی قبل از وقت سُنا دیا تھا کہ:۔

"سو اَے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلا دے۔ سو اَب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دِل پریشان نہ ہوجائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیۃ ص۶)

⑥

جماعت احمدیہ میں خلافت

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا اور چودہ سو سالہ پرانا زخم پھر سے ہرا ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلِّ کامل اور بروز کو پاکر آپ کے صحابہ جتنے خوش تھے اتنے ہی آپؑ کے وصال سے غمگین ہوگئے۔ اور اس صدمے نے انہیں نڈھال کر دیا۔ اور دنیا ان کی آنکھوں کے آگے اندھیری ہوگئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا کہ آپؑ غلبۂ اسلام کا بیج بو جائیں اور آپؑ کے بعد یہ بیج آندھی اور طوفانوں اور مخالفت کے سیلاب کی نذر ہوجائے۔ اور مسلمان پھر بے سہارا اور یتیم ہوکر رہ جائیں۔ نہیں ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے اور رسولِ اکرم صلعم کا جھنڈا ساری دنیا میں لہرانے کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اور اسی مشن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپؑ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوت کا سلسلہ چلانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس صادق الوعد خدا نے اس بیج کی آبیاری کے لئے اور غمگین جماعت کے دِلوں کی تسکین کی خاطر ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کے دن اُس قدرتِ ثانیہ کو جو حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آسمان پر چلی گئی تھی دوبارہ اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر فرما دیا۔ اور جماعت احمدیہ نے بارہ سو افراد کی موجودگی میں حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کیا۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا وہ قول پورا ہوا کہ — "میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو قدرتِ ثانیہ کے مظہر ہونگے۔" (الوصیت)

پھر ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اول رض کی وفات کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور آپ رض کے اکیاون سالہ درخشندہ و تابندہ عہدِ خلافت میں اسلام کو جو سربلندی حاصل ہوئی وہ اپنوں اور بیگانوں پر مخفی نہیں۔ پھر جب ۱۹۶۵ء میں آپ رض کا وصال ہوا تو حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کاروانِ احمدیت علم اسلامی ہاتھ میں لئے خلافت کی قیادت میں ترقی کی شاہراہوں پر گامزن ہے اور دُنیا کے افق پر اسلام کے غلبہ اور ترقی کے آثار نمایاں طور پر ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

آخر میں خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے مسلمان اور غیر مبائع بھائیوں کی آنکھیں کھولے تا وہ نعمتِ خلافت کی برکات کا مشاہدہ کر سکیں اور وہ بھی خدا تعالیٰ کی اس عظیم نعمت سے متمتع ہو سکیں۔ اور خدا تعالیٰ ہمیں بھی یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم تا زیست خلافت کے دامن سے وابستہ رہیں۔ کیونکہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مالی خدمت دین کا نصف حصہ ہے

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ

"میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اس زمانہ میں خصوصاً اور ویسے عموماً مالی خدمت دین کا نصف حصہ ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اپنی ابتداء میں ہی جو صفت متقیوں کی بیان فرمائی ہے اس میں ان کی ذمہ داریوں کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ یعنی متقی تو وہ ہیں جو ایک طرف تو خدا کی محبت میں اس کی عبادت بجا لاتے ہیں اور دوسری طرف اپنے خدا داد رزق سے دین کی خدمت میں خرچ کرتے ہیں۔ اس اہم آیت میں گویا دینی فرائض کا پچاس فی صدی حصہ انفاق فی سبیل اللہ کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید نے جہاں جہاں اعمالِ صالحہ کی تلقین فرمائی ہے وہاں ہر مقام پر لازماً صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو خاص طور پر نمایاں کرکے بیان کیا ہے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں چندوں کی اہمیت اس بات سے بھی ثابت ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ نے سورہ کہف میں ذوالقرنین کا ذکر فرمایا ہے وہاں اس کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے ہیں کہ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ۔ یعنی اے لوگو! مجھے دھات کے ٹکڑے لا کر دو۔ تا میں تمہیں مخالفوں کے حملہ کے خلاف ایک دیوار کھڑی کر دوں۔ اس جگہ استعارہ کے طور پر دھات کے ٹکڑوں سے چاندی سونے کے سکے مراد ہیں جو دین کے کاموں کو چلانے کے لئے ضروری ہیں۔ اور سب دوست جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صراحت فرمائی ہے کہ بے شک گذشتہ زمانہ میں بھی کوئی ذوالقرنین گذرا ہوگا۔ مگر اس زمانہ میں پیشگوئی کے رنگ میں ذوالقرنین سے مسیح موعود یعنی میں خود مراد ہوں۔ جو دجالی طاقتوں کے مقابلہ کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اسی لئے آپ نے چندوں کے بارے میں اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ جو شخص احمدیت کا عہد باندھ کر پھر تین ماہ تک الٰہی سلسلہ کی خدمت کے لئے کوئی چندہ نہیں دیتا اس کا نام بیعت کنندگان کے رجسٹر سے کاٹ دیا جائے گا۔"

(ناظر بیت المال آمد قادیان)

خدا تعالیٰ کی خاطر مال پیش کرنیوالا بہت زیادہ برکت حاصل کرتا ہے

وقفِ جدید کی تحریک میں جن دوستوں کے وعدہ جات حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مبارک میں پیش کئے گئے ہیں۔ دفتر کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اکثر دوستوں نے ادائیگی نہیں کی ہے۔ وقفِ جدید کے سال کو پانچ ماہ گذر رہے ہیں۔ وصولی کی کمی کی وجہ سے معلمین و دفتر کے اخراجات پورا نہ ہونے کا خدشہ ہے۔ اس لئے وقفِ جدید کی تحریک میں خدا تعالیٰ کی خاطر جن دوستوں نے اپنے وعدے پیش کئے ہیں۔ وہ اس ادائیگی کی فکر کریں۔ اور اپنے وعدوں کے اضافہ کے ساتھ ادائیگی کریں۔ کیونکہ اکثر دوستوں کے وعدے ان کی حیثیت سے بہت ہی کم ہیں۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:-

"اگر کوئی تم میں سے خدا تعالیٰ سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال کو خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں۔ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ سے زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا۔ بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا۔"

وقفِ جدید کی تحریک سیدنا المصلح الموعود رض کی جاری کردہ تحریک ہے۔ یہ وہ یادگاری کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ جیسا کہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

"جو فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہے زمین پر نافذ ہو کر رہے گا۔ دُنیا کی کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی۔ لیکن اس راہ میں انتہائی قربانی پیش کرنا ہمارا فرض ہے۔"

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے احبابِ جماعت کو مالی قربانی کے میدان میں ہمیشہ اپنا قدم آگے بڑھانے کی سعادت بخشے آمین۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

اسلام کا شاندار نظام ــــ نظامِ خلافت

بقیہ صفحہ ۲

اگر کوئی شخص تمہارے پاس آئے اس حال میں کہ تم ایک امیر کے ماتحت اکٹھے ہو اور وہ چاہے کہ تمہارے عصاء کو پھاڑ دے۔ اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالدے۔ تو ایسے آدمی کا مکمل مقاطعہ کرو۔

اسلامی آزادی اور نظام

اسلامی نظامِ خلافت رعایا اور عامۃ النّاس کے لئے جہاں ایک طرف آزادی بھی دیتا ہے تو دوسری طرف پابند بھی بناتا ہے۔

اسلام ایک طرف آزادی دیتا ہے، کہ وہ:-

(۱) اپنے حاکم کا خود انتخاب کریں۔

(۲) حاکم کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اُن سے مشورہ لے۔

تو دوسری طرف رعایا کو پابند بناتا ہے، کہ وہ:-

(۱) منتخب کردہ خلیفہ کو تا عمر ہٹا نہیں سکتے۔

(۲) اس کے تمام احکام کی کامل اطاعت کریں۔ تاکہ محض انفرادی نقصان کے خیال سے ایسی تفرقہ اندازی پیدا نہ ہو جو قومی شیرازہ بندی کو منتشر کرنے والی ہو۔

رعایا کا فرض ہے کہ وہ حکومت کی خیرخواہ ہو اس سے تعاون کرے۔

اسلام حاکم کو فوقیت دیتا ہے اس کے قومی فرائض کے اعتبار سے۔ مگر اس کو عام لوگوں کے مساوی رکھتا ہے، ذاتی معاملات کے لحاظ سے۔ حتیٰ کہ اگر ذاتی معاملہ میں خلیفہ کا کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شخص سے بھی جھگڑا ہو جائے تو اسلام خلیفہ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایسے مالی معاملات کے اختلاف میں عدالت کے سامنے پیش ہو۔

پس اسلامی نظامِ خلافت ہر رنگ میں کامل اور معیاری ہونے کے لحاظ سے اور صحیح طریقِ حکومت نیابتی کے قیام کے لحاظ سے۔ پھر پبلک کے مفاد کے حقیقی قیام کے لحاظ سے، اور سب سے بڑھ کر لوگوں کی مذہبی، قومی، اخلاقی اور روحانی، تمام حالتوں پر حاوی ہونے کے لحاظ سے تمام دوسرے حکومت کے طریقوں پر فائق ہے۔

خلافت ہی سے وابستہ ترقی ہے جماعت کی
یہی تو کاروانِ دین کی اصلی قیادت ہے

(عبد الحمید خان صاحب شوق)

Phone. 38 Registered with the registrar of news papers, for India at No. R. N. 61/57 Regd. No. P 61

The Weekly BADR Qadian

Khilafat Number

Vol. 22 | 24th May, 1973 | No. 21

سب برکتیں خلافت میں ہیں

اِرشاد سیّدنا حضرت مُصلح موعُود رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ

"اَے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوّت ایک بیج ہوتی ہے جِس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دُنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تُم خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دُنیا کو متمتّع کرو۔ تا خدا تعالےٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اِس دُنیا میں بھی اُونچا کرے اور اُس جہان میں بھی اُونچا کرے۔ تا مرگ اپنے وعدوں کو پُورا کرتے رہو۔ اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کو بھی اُن کے خاندان کے عہد یاد دِلاتے رہو۔ احمدیّت کے مبلّغ، اِسلام کے سچّے سپاہی ثابت ہوں۔ اور اِس دُنیا میں خدائے قدّوس کے کارندے بنیں۔"

(الفضل ۲۰ر مئی ۱۹۵۹ء)

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۲۴ر مئی ۱۹۷۳ء رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷